مکمل ناول

''تمہارا نام کیا ہے؟'' اتنی دیر کی مغز ماری کے بعد اس کی بات پر دھیان دیے بنا ان میں سے ایک نے پوچھا تھا۔

گویا وہ یہاں انہیں انٹرویو دینے ہی تو آئی تھی۔ دل میں جلتے کڑھتے اس نے چہرے پر تاثرات نہ آنے دیے۔

''میزاب!''

سادہ سے سوال کا سادہ سا یک لفظی جواب تھا مگر اگلے سوال اتنے سادہ نہ تھے۔

''تو میزاب تمہارا نام کس الفابیٹ سے شروع ہوتا ہے۔''

اگلا سوال شوخ تاثرات لیے، اونچی پونی باندھے اس پیاری سی لڑکی کی طرف سے تھا جو اسے بالکل بھی پیاری نہ لگی۔ شرارت پر آمادہ وہ سب اس کی جان اتنے آرام سے چھوڑنے والے نہ تھے۔ مجبوری تھی کہ وہ وہاں سے جا بھی نہیں سکتی تھی۔ جواب تو دینا ہی تھا۔

''ایم سے''

''اسمال ایم یا کیپیٹل ایم؟''

اگلا سوال حاضر تھا۔ وہ بے بسی سے ہونٹ چبانے لگی۔ ہنستے مسکراتے وہ سب اس کے زچ ہونے والے انداز سے حظ اٹھا رہے تھے۔

''آپ پلیز میرا بیگ دے دیں۔''

اس نے اپنا ضبط آزما کر درخواست کی۔

''ہمیں کیسے یقین آئے گا کہ یہ بیگ تمہارا ہی ہے۔ کیا پتا تم جھوٹ بول رہی ہو۔''

شکل سے ہی جھوٹا لگتا وہ لڑکا بظاہر سنجیدگی سے بول رہا تھا مگر اس کی چمکتی آنکھیں اور پورے گروہ

عائشہ تنویر

https://pklibrary.com/

بیگ دیا۔" حرا بولتی جا رہی تھی۔ اسامہ وہیں کھڑا بچوں کی طرح آنکھیں رگڑتی خفا خفا سی اس لڑکی کو اندر جاتے دیکھ رہا تھا۔ کچھ تھا جو کلک ہوا تھا۔ کوئی بات، کوئی یاد، کوئی چہرہ۔۔۔ مگر کیا، یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆

ہنستے مسکراتے شرارتی سے اس گروپ سے میزاب کا یہ پہلا تعارف تھا۔ گھر آ کر اس نے خود پر بیتی داستان بہت دردناک لہجے میں تفصیل سے بتائی تھی مگر اسجد بھائی نے ہنس ہنس کر اس کے رونے کا اتنا مذاق بنایا کہ وہ دوبارہ رونے والی ہو گئی۔ مما مداخلت نہ کرتیں تو شاید بھائی اسے رلا کر ہی جاتے۔ اسفر نے تو اس کا مذاق ہی بنا لیا۔ جب کبھی اس کا موڈ خراب ہوتا تو کہتا۔

"آج آپی کی شکل سے پتا چل رہا ہے کہ میزاب اسمالی ایم سے آتا ہے۔"

وہ دانت کچکچا کر اس کے پیچھے بھاگتے بے اختیار ہنس دیتی۔ مذاق تو ان لوگوں نے بھی اس کا بنا لیا تھا۔ جیسے ہی وہ نظر آتی، کوئی نہ کوئی بولتا۔

"چپ، چیئرمین صاحب کی بھانجی آ رہی ہے۔"

"حد ادب، ورنہ لوگ چیئرمین صاحب کو بلا لیں گے۔"

بس فرق یہ پڑا تھا کہ اب وہ چڑنے کے بجائے ان کا مذاق اڑوائے کرتی۔ کبھی مسکرا کر سن لیتی تو کبھی جواب دے دیتی۔

☆☆☆

اسجد دن بھر کا تھکا ہوا بہت بیزار سا گھر میں داخل ہوا تھا لیکن لاؤنج میں خالہ کو مما کے ساتھ بیٹھے دیکھا تو کھل اٹھا۔

"السلام علیکم۔"

زوردار سلام جھاڑتے ہوئے وہ وہیں بیٹھ گیا۔

"بہت دن بعد آئیں آپ۔"

جوتوں کی قید سے پاؤں آزاد کرتے وہ مما کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ مما نے اس کا ماتھا چوم لیا۔ ایسا والہانہ پیار کبھی کبھی ہی ملتا تھا۔ اسجد خوش ہو گیا۔ اوپر تلے والے بہن بھائیوں کی جیلسی کی وجہ سے اسے ہمیشہ ہی شکوہ رہتا تھا کہ سب میزاب کو زیادہ پیار کرتے ہیں۔ عام ماؤں کے برعکس مما بھی اپنی بیٹی کو بیٹوں پر ترجیح دیتی تھیں۔ وہ شکوہ کرتا اور مما مسکرا کر اس کی شکایتیں سنتی رہتیں۔ کیا بتاتیں کہ وہ انہیں کتنا پیارا تھا۔ پہلی اولاد ہمیشہ ہی دل کے بہت قریب ہوتی ہے۔ وہ اولاد میں فرق کرنے والوں میں سے نہیں تھیں۔ پھر بھی جانے کیوں اس کی تسلی نہ کروا پاتیں۔ والدین اولاد کی آنکھوں سے دل کا حال جان لیتے ہیں مگر اولاد والدین کے اندر کو کبھی سمجھ نہیں پاتی۔

"بس تم سے ملاقات نہیں ہوئی، چکر تو لگ ہی جاتا ہے۔ تم سناؤ، تمہاری جاب کا کیا بنا؟"

خالہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔ اسجد کا منہ لٹک گیا۔

"ابھی تو ایک ملٹی نیشنل میں انٹرن شپ ہی چل رہی ہے۔ میری فیلڈ کی نوکری مل نہیں رہی، بابا کہہ رہے ہیں کہ جب تک اچھی جاب نہ ملے، تجربہ بڑھاؤ لیکن فیلڈ سے نہ ہٹو۔"

اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے بتایا۔ مما پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے گویا اس کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں۔

"اللہ اچھا کرے گا۔"

خالہ نے اس کی ہمت بڑھائی۔

"اکیلی آئی ہیں آپ۔ صائم، بسمہ کوئی نہیں آیا؟"

اس نے بظاہر سرسری انداز میں کہا مگر لہجے کی بے تابی مما سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ جو نام دل الاپ رہا تھا، اس نے بمشکل زبان پر آنے سے روکا تھا۔

"ایک جاننے والی ہیں یہاں، بسمہ کا رشتہ

https://pklibrary.com/

بتایا تھا، ان سے ملنے آئی تھی۔ تو یہاں بھی آ گئی۔"

خالہ نے چائے پیتے آرام سے وجہ بتائی وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔

"ابھی تو بسمہ پڑھ رہی ہے خالہ۔"

اس کی حیرت کا ان پر رتی بھر اثر نہیں ہوا تھا۔

"تو کیا ہوا، بعد میں پڑھتی رہے گی۔ میں تو چاہتی ہوں بس بسمہ! یمنیٰ کی جلدی سے شادی ہو۔ پھر آمنہ بھی ہے۔ صائم بڑا ہے۔ اب بہنوں کے لیے اسے بٹھا بھی نہیں سکتی اور بہنوں سے پہلے شادی کر دوں تو بھی جانے بہو کیسی آئے۔"

انہوں نے تفصیل سے اپنے روایتی ماؤں والے خدشات سے آگاہ کیا۔ وہ چند لمحے کچھ نہ بول سکا۔ مما نے ان کی تائید کی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ پھر ابھی سے رشتہ دیکھو گی تو شادی تک سال ایسے ہی گزر جائے گا۔ آمنہ کی چاہے بعد میں ہو لیکن صائم کے ساتھ یا اس کی شادی سے پہلے بسمہ، یمنیٰ کی شادی کر دینا۔ ایک ساتھ شادی میں کچھ بچت بھی ہو جائے گی۔"

اسجد نے ماں کو دیکھا تھا جو یمنیٰ کے لیے اس کے دلی جذبات سے آگاہ ہونے کے باوجود کس طرح خالہ کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں۔ مما واقعی اس سے پیار نہیں کرتی تھیں، تھوڑی دیر پہلے دل میں اترتی خوشی عائب ہو گئی

"یمنیٰ تو شاید میزاب سے بھی چھوٹی ہے۔"

اس نے مما کو یاد کروانا چاہا۔

"تو کیا ہوا بیٹا، سال، دو سال سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سب کو اپنے حالات کے مطابق چلنا ہوتا ہے۔" خالہ نے مما سے پہلے کہا تھا۔ انہیں اسجد کا یوں ماں کو جتانا اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ بُرے دل سے اٹھا تھا۔ جب تک نوکری نہ ہو جاتی، منگنی کا کہتے ہوئے بھی اسے عجیب لگ رہا تھا مگر عمر کے فرق اور بڑے بہن بھائی موجود ہونے کی وجہ سے یہ تسلی بھی تھی کہ یمنیٰ کہیں نہیں جانے والی مگر خالہ کی گفتگو اسے بے شمار خدشوں میں ڈال گئی تھی۔ دل کی وادی میں بستے امید اور محبت کے بے شمار پھولوں پر خزاں کے سائے منڈلا رہے تھے۔ کون جانے موسم بدلنے پر باقی کیا رہتا۔

☆☆☆

وقت گزرنے کے ساتھ میزاب بھی یونیورسٹی کے ماحول میں سیٹ ہو گئی۔ اساتذہ اور کلاس فیلوز سے جان پہچان بھی ہو گئی اور دوست بھی بنا لیں۔ حرا اور اس کے پورے گروپ سے اس کی اب اچھی ہائے ہیلو تھی۔ فرسٹ ائیر کی طرح سیکنڈ ائیر بھی اپنے اختیاری مضامین کی کلاسز کے لیے دوسرے ڈیپارٹمنٹ بھاگتی رہتی تو باقاعدہ دوستی کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اس دن وہ پریشان سی فزکس ڈیپارٹمنٹ کے لان میں بیٹھی تھی۔ پوائنٹ جا چکے تھے سو ڈیپارٹمنٹ میں رش نہیں تھا۔ اس کا پریکٹیکل ابھی ہونا تھا، مگر جرنل میں ساری کیلکولیشن غلط تھیں۔ اس کی دوست کے پاس آپشنل میں فزکس نہیں تھی سو وہ گھر چلی گئی تھی۔ اب اسے کوئی ایسا جان پہچان والا بندہ نظر نہیں آ رہا تھا جس سے وہ مدد لیتی۔ دیر تک پریکٹیکل لینے کی ہمت جمع کرنے کے لیے سب کلاس فیلوز پیٹ پوجا کرنے جا چکے تھے۔

"کیا ہوا، پھر کسی نے بیگ لے لیا تمہارا۔ روتی صورت بنا کر کیوں بیٹھی ہو۔"

آواز پر چونک کر اس نے سر اٹھایا، سامنے اسامہ کھڑا تھا۔ اس کا انداز پہلے دن کی طرح دوستانہ تھا۔ میزاب نے پہلے تو بے خیالی میں اسے دیکھا پھر ایک دم آنکھیں چمکیں۔ وہ ذہین تھا، ڈیپارٹمنٹ میں اکثر ہی کسی نہ کسی کی مدد کرتا نظر آتا تھا۔

"آپ کے پاس فزکس ہے نا۔ یہ نیومیریکل تو حل کر دیں۔"

اس نے فوراً موقع سے فائدہ اٹھا کر مدد مانگ لی۔ اسامہ بیگ گھاس پر ایک طرف رکھتا اس کے سامنے تسلی سے بیٹھ گیا۔ آدھے گھنٹے بعد جب وہ

https://pklibrary.com/

وہاں سے اٹھا تو نہ صرف میزاب کو پرکٹیکل اچھی طرح سمجھ آ چکا تھا بلکہ ان کے درمیان اچھے تعلق کی بنیاد بھی پڑ گئی تھی۔

☆☆☆

"ہر ماں اپنی بھانجی کو بہو بنانا چاہتی ہے۔ میں ہی دنیا سے نرالا ہوں۔ خالہ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو میری امی ہی ظالم سماج بنی ہوئی ہیں۔"

اسجد بگڑے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ خاموش تماشائی بنے میزاب اور اسفر نے ماں کو دیکھا مگر وہ بنا تاثر انداز میں اسجد کو دیکھ رہی تھیں۔ اسجد کو جاب مل گئی تھی گو تنخواہ زیادہ نہ تھی مگر اب وہ بیروزگار نہ تھا۔ وہ منگنی کرنا چاہتا تھا مگر مما کبھی منگنی کے حق میں نہیں تھیں۔ اسجد نے بابا سے بات کی تھی۔ سب اس کے ساتھ تھے لیکن مما کا ایک ہی مؤقف تھا۔ شادی کرنی ہے تو کرو ورنہ چپ رہو۔

"بھائی! امی نے منع تو نہیں کیا۔ منع تو آپ کر رہے ہو۔"

اسفر نے ماں کی سائیڈ لی۔

"میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ پہلے اچھی نوکری تو ملے۔ شادی کے بعد کیریئر بنانا بہت مشکل ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ خالہ یمنیٰ کا کہیں اور رشتہ نہ طے کر دیں۔ خالہ اس کی شادی میں جلدی نہ کریں۔"

اس نے ہزار بار کی کہی ہوئی بات دہرائی۔

"جب شادی کرنا چاہو تو بتا دینا، میں اسی نوکری میں رشتے کے لیے تمہاری خالہ کو منا لوں گی مگر ایسے منگنی کر کے نہیں رکھوں گی۔"

مما نے بھی سہولت سے اپنی بات دہرائی۔

"آخر منگنی کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔ بابا بھی تو یہی کہہ رہے تھے۔"

اسجد باغی ہو رہا تھا۔ بابا اس کی طرف ہوتے ہوئے بھی ویٹو پاور کیوں استعمال نہیں کر رہے تھے۔ انہوں نے سب کچھ مما کی صوابدید پر چھوڑ دیا تھا۔

"تمہارے بابا کو لڑکوں کے دل کا بہت خیال رہتا ہے۔ ان سے پوچھنا کہ میزاب کو بھی یوں ہی سالہا سال رشتے لٹکانے کی، اپنی مرضی کرنے کی اجازت دیں گے۔"

مما ایک دم تلخی سے کہتی اٹھ کر چلی گئیں تھیں۔ اسجد نے سر پکڑ لیا۔ بابا کے ماضی کی پرچھائیاں اس کے مستقبل پر سایہ کر کے اسے اندھیر کر رہی تھیں۔ میزاب اپنے نام پر خجل سی ہو کر مما کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اسفر ہونقوں کی طرح کچھ سمجھنے کی کوشش میں تھا۔

"جاؤ، مما کو پانی پلاؤ۔"

میزاب نے اسفر کو وہاں سے ٹالا اور خود بھائی کے پاس آ بیٹھی۔

"آپ کیوں پریشان ہو رہے ہو بھائی۔ ابھی تو بسمہ کا رشتہ بھی طے نہیں ہوا۔ بڑی بیٹی کے ہوتے ہوئے خالہ چھوٹی کا رشتہ کیوں طے کریں گی۔ میرا یقین کرو، میں یمنیٰ کو ہی اپنی بھابھی بناؤں گی۔"

اس نے تسلی دینی چاہی۔

"خالہ ایسے نہیں رکیں گی، تمہیں پتا ہے۔ مما بس رشتہ مانگ لیں تو مسئلہ نہ ہو مگر مما کو کبھی میری خوشی کا خیال نہیں رہتا۔"

اس نے بہن کے پرجوش انداز کو طفل تسلی ہی سمجھا تھا۔ تب ہی جلے کٹے انداز میں کہا۔ میزاب جانتی تھی، وہ سچ کہہ رہا ہے۔ اسجد کی دعائیں تھیں، نصیب تھے یا بسمہ کی عام سی صورت، اس کے رشتے کے لیے خالہ بہت پریشان تھیں۔ اس نے گریجویشن بھی نہیں کیا تھا، تب سے وہ اس کا رشتہ ڈھونڈ رہی تھیں، اب وہ ماسٹرز کر چکی تھی۔ اس دوران آنے والے چھوٹی یمنیٰ یا آمنہ کو پسند کر جاتے۔ خالہ اس صورتحال سے بہت دل گیر رہتیں۔ یمنیٰ بھی اب گریجویشن کر رہی تھی۔ بسمہ کے رشتے میں اتنا وقت اور مسائل دیکھ کر خالہ فیصلہ کر چکی تھیں کہ اس بار یمنیٰ کا اچھا رشتہ آیا تو اسے انکار نہیں کرنا تا

https://pklibrary.com/

کہ بعد میں رشتہ ڈھونڈنے میں پریشانی نہ ہو۔ دونوں بہنوں کی اکٹھے شادی ہو جائے۔ مما کا بھی یہی موقف تھا کہ جلدی شادی کا ارادہ ہے تو رشتے کی بات کرو ورنہ بچی کو منگنی کر کے باندھنے کی ضرورت نہیں۔

دوسری طرف اسجد تھا، جسے اچھی نوکری کا انتظار تھا۔ اسے یمنیٰ سے شادی بھی کرنی تھی اور جلدی بھی کوئی نہ تھی۔ وہ چاہتا تھا بس منگنی ہو جائے، تاکہ خالہ جلد بازی میں کہیں اور اس کا رشتہ یا شادی نہ کر دیں۔ وہ منگنی کے بعد کا گولڈن پیریڈ انجوائے کرنا چاہتا تھا اور مما پرانے زمانے کی ماؤں کی طرح ایسے کسی رشتے پر یقین نہیں رکھتی تھیں۔ مسئلہ کوئی نہیں تھا، مگر مسئلہ تھا۔ وہ بدگمانی اور بغاوت جو اسجد کے دل میں پل رہی تھی۔ اسے مما سے برگشتہ کر رہی تھی۔ وہ ان کی بات سمجھ رہا تھا۔ نہ مما سمجھانے پر زور دے رہی تھیں۔ دونوں اپنی ضد پر اڑے تھے۔

☆☆☆

"مما، میں جب بھی میزاب کو دیکھتا ہوں تو مجھے آپ یاد آجاتی ہیں، وہ بالکل آپ جیسی ہے۔"

کچن ٹیبل پر سالن کا ڈونگا، سلاد، پانی رکھے اسامہ مما کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ اسے گرم روٹی کی عادت تھی اور مما ہمیشہ اس کے آنے پر تازہ روٹی اسے اتار کر دیتیں۔ روٹی کھاتے کھاتے وہ کتنی ہی باتیں کر لیتے۔ اب بھی سلاد کی پلیٹ سے کھیرے چنتے اسامہ کو ایک دم یاد آیا تھا۔ مما نے روٹی توے پر ڈالتے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"تم آج کل زیادہ ہی میزاب کا ذکر نہیں کر رہے اور بہانے دیکھو، آپ جیسی ہے۔"

انہوں نے اسے گھور کر کہتے خفگی اتاری۔

"سچ کہہ رہا ہوں مما، شروع میں میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے دیکھ کر مانوسیت کا احساس کیوں ہوتا ہے لیکن اب اس دن آپ کی پرانی تصویر دیکھی تو پتا چل گیا۔"

وہ سیدھا ہو بیٹھا اور یقین دلانے کی کوشش کرنے لگا۔

مہینے، دنوں میں گزرے تھے اور ان گزرتے دنوں میں ان کا تعلق جانے کب دوستی سے آگے نکل گیا تھا۔ نہ کبھی اس نے کچھ کہا، نہ میزاب نے کسی قسم کا اظہار کیا مگر وہ دونوں جانتے تھے کہ ان کے دل ایک ہی دھن پر رقصاں ہیں۔ نہ وہ کبھی درختوں کی چھاؤں میں اکیلے بیٹھتے، نہ دوستوں کو چھوڑ کر کسی سنسان گوشے کی تلاش میں نکلتے لیکن ڈیپارٹمنٹ میں گھستے ہی نظر کا بے اختیار دوسرے کو تلاش کرنا، نظر ملنے پر مسکرا کر اپنی کلاس کی طرف بڑھ جانا ہی ان کے لیے بہت تھا۔ وہ اسے سمجھاتا تھا، پڑھاتا تھا لیکن کبھی میزاب نے اسے ایسا موقع نہیں دیا کہ وہ اپنے جذبات کا اظہار کر سکے۔ شروع میں میزاب کو دیکھ کر اسے کچھ یاد آتا تھا، شاید مما سے مشابہت ہی اسے میزاب کی طرف متوجہ کرتی تھی۔ اس کی عادات، اس کی صورت میں مما کی واضح جھلک تھی۔ پھر جذبات بدلے تو وہ سب بھول گیا اور صرف میزاب یاد رہ گئی۔ اب بھی وہ اتفاقاً مما کی پرانی تصویر نہ دیکھتا تو اسے اس مشابہت کا ادراک نہ ہوتا۔

"لڑکیوں کو خود دیکھو اور الزام سارا ماں کے سر ڈال دو۔"

مما نے لب دباتے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا، اسامہ سر ہاتھوں میں پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"میرے اللہ، میں کیسے اپنی ماں کو یقین دلاؤں آدھا زمانہ میرے کردار کا گواہ ہے۔"

وہ کراہ کر بولا۔

"باقی آدھا زمانہ کیوں نہیں ہے۔"

مما روئیاں رومال میں لپیٹ کر اس کے سامنے بیٹھتی جرح کرنے لگیں۔

"کیونکہ وہ میرے رشتے دار ہیں یا محلے دار ہیں اور جاننے والے کبھی خوش نہیں ہوتے۔"

اس نے ترنت جواب دیا، ساتھ ہی ہنس دیا۔

https://pklibrary.com/

مما کو بھی بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔

"بدتمیز، ہمارے کون سے رشتے دار ہیں۔"

وہ قدرے افسردہ ہوئیں۔

"بابا اکلوتے سہی لیکن ان کے چچا، ماموں کے بچے سب کو آپ نے سر پر سوار کر رکھا ہے۔ مجھے تو خوشی ہے کہ ہم نے شہر بدلا اور یہاں آ گئے۔ کم از کم یہاں ہر دوسرے دن آپ کسی کی دعوت تو نہیں کر سکتیں۔"

اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے ماں کی افسردگی مٹانی چاہی۔

"میں آپ کو میزاب کا بتا رہا تھا اور آپ کہاں جا پہنچیں۔"

اس نے فوراً موضوع بدلا۔

"پھر میزاب، ابھی کہہ رہے تھے کہ شرافت کی گواہیاں دیتے ہیں لوگ۔" مما نے یاد دلایا۔

"ٹھیک ہی کہا تھا۔ مجھے لڑکیوں میں کیا دلچسپی، بس میزاب کی بات الگ ہے، وہ تو آپ جیسی ہے نا۔"

اس نے شرارت سے ماں کو دیکھا۔

"پھر دکھاؤ مجھے بھی، پتا چلے کون میری ہم شکل ڈھونڈ آئے ہو۔"

وہ اشتیاق سے بولیں۔ بیٹے کے دل کا حال اس کی آنکھوں میں لکھا تھا تو ہونے والی بہو کو دیکھنا بنتا تھا نا۔

"میرے پاس تو اس کی کوئی تصویر ہی نہیں۔"

پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے اسامہ نے بیچارگی سے کہا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آج کل کی نسل کو تصویروں کے علاوہ کام کیا ہے۔ واٹس ایپ یا فیس بک پر جو تصویر ہے، وہی دکھا دو۔"

مما کا موڈ خراب ہو گیا۔ انہوں نے بے یقینی سے اسے دیکھتے ممکنہ آپشن بتائے۔

"واقعی نہیں ہے مما۔ وہ اپنی تصویر لگاتی ہی نہیں۔ میں نے بھی کبھی نہیں مانگی۔ بُرا لگتا ہے۔ تصویر سے کیا ہوگا، کسی دن آپ کو ملواؤں گا اس سے۔"

اس نے رغبت سے کھانا کھاتے ہوئے ماں کو تسلی دی۔ وہ مایوس سے انداز میں اٹھ گئی تھیں۔ ڈھیلے ڈھالے انداز میں چولہے پر چائے کا پانی چڑھانے لگیں۔ سارے جوش پر پانی پھر گیا تھا۔ اسامہ نے ان کا مایوس انداز دیکھا تو کھانے کے ساتھ ذہن میں ان کی میزاب سے ملاقات کروانے کے لیے تانے بانے بنتا رہا۔

☆☆☆

"مما! اگلے سنڈے، اسامہ کے پیرنٹس کی ویڈنگ اینیورسری ہے۔ اس نے ہمیں بھی بلایا ہے، پوری فیملی کو۔ چلیں گے ہم؟"

اس کی مما ہمیشہ سے اس کے لیے سہیلی کی طرح ہی تھیں۔ ماں کی ممتا، بہنوں کی نوک جھونک اور سہیلوں جیسی بے تکلفی ایک ہی رشتے میں میسر تھی مگر

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف
سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

دل ایک گلشن

رضیہ جمیل

قیمت -/300 روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی

منگوانے کا پتہ:

فون نمبر:
32735021

https://pklibrary.com/

جانے کیوں آج یہ بات کرتے میزاب قدرے جھجک گئی تھی۔ مما نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ انہیں اپنی بیٹی پر پورا یقین تھا۔ اس کی گفتگو میں جب اسامہ کا ذکر آنے لگا تھا، تب وہ چونکیں اور ایک دن پوچھ بھی لیا۔

"اسامہ سے ہی مدد لیتی ہو۔ ڈیپارٹمنٹ میں اور کوئی نہیں۔"

ان کے سرسری انداز کے پیچھے چھپا سوال، چہرے کی گہری سنجیدگی میزاب کو بہت محسوس ہوئی تھی۔ اسامہ کے نام پر اپنے چہرے پر پھیلے خوب صورت رنگوں کو چھپاتے اس نے مضبوط لہجے میں کہا تھا۔

"سب سے تو مدد نہیں لی جاتی مما، اور آپ بے فکر رہیں، آپ کو میری وجہ سے کبھی شرمندگی نہیں ہوگی مما۔ میں آپ کا یقین نہیں توڑوں گی۔"

اس کے انداز کی سچائی نے انہیں خاموش کر دیا۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اسے یہ نہ کہہ سکیں کہ انہیں اس پر خود سے زیادہ یقین تھا۔ وہ اپنے اعتماد کے نہیں بلکہ اس کا دل ٹوٹنے سے ڈرتی تھیں۔ میزاب عادتاً پورے دن کی روداد انہیں سناتی۔ بیچ میں اسامہ کا بھی نام آ جاتا۔ وہ خاموشی سے سنتی رہتیں، ان کے درمیان نرم روی سے پنپتا محبت کا پودا انہیں نظر آ رہا تھا مگر وہ اسے منع نہیں کر پاتیں۔ کیا کہتیں کہ اسامہ سے کنارا کر لو۔ وہ اس سے بالخصوص ملتی تو نہیں تھی۔ آتے جاتے یا ضرورتاً بات ہو جاتی۔ بات نہ کرتی تو بھی ڈیپارٹمنٹ میں رہتے ہوئے سرراہ ملاقات ہو ہی جاتی۔ اپنے ایک خوف کی خاطر اس کی تعلیم کو داؤ پر لگانا انہیں گوارا نہ ہوا۔

جانے کیا وجہ تھی کہ ساری زندگی ذمہ دار بیوی اور ماں کا کردار نبھاتے وہ جانتے بوجھتے اس طرف سے آنکھیں بند کر گئیں۔ ان کی زندگی کا تجربہ تھا، سختی ہمیشہ بغاوت کو جنم دیتی ہے جبکہ اعتماد کی ڈور سے بندھا شخص کبھی اپنے دائرے سے نہیں نکل سکتا۔

میزاب کا سیل فون بنا کسی لاک کے ان کے لیے کھلا تھا۔ اپنے دل میں آنے والی ہر بات وہ ان سے شیئر کرتی۔ کبھی سوچ کر وہ اسے کچھ کہہ نہ سکیں۔

اب اس کی بات پر دل قدرے مطمئن ہوا۔ اسامہ اسے اپنی فیملی سے ملوانا چاہتا تھا۔ وہ میزاب کو اکیلے نہیں بلا رہا تھا بلکہ دونوں خاندانوں کا تعارف کروا رہا تھا۔ یہی بات اس کے دل کو کھوٹ سے پاک ثابت کرتی تھی۔

"اتنا بڑا بیٹا ہے ماشاء اللہ ان کا، اس عمر میں کون شادی کی سالگرہ مناتا ہے۔ بہت زندہ دل ہیں اسامہ کے والدین۔"

انہوں نے جواب دینے کے بجائے ہنس کر تبصرہ کیا۔ ذہن شوہر کے ممکنہ ردعمل کا اندازہ لگا رہا تھا۔

"ان کے زیادہ رشتے دار نہیں ہیں مما، اسامہ بھی اکلوتا ہے، اس کے ابو بھی اکلوتے تو بس ملنے جلنے کے لیے یہی بہانے ڈھونڈتے ہیں۔"

میزاب نے چمکتے چہرے سے بتایا تھا۔ ماں کی طرف سے نیم رضامندی کا اظہار ہو رہا تھا۔

"لیکن اگلے سنڈے تو مجھے آپی کی طرف جانا ہے۔ بسمہ کی منگنی ہے۔"

انہیں غلط وقت پر بھانجی کی منگنی یاد آئی۔ میزاب کا چہرہ بجھ گیا۔

"خالہ تو کہہ رہی تھیں، کوئی منگنی نہیں کرنی میں نے۔" اس نے خفگی کے ساتھ یاد کروایا۔

"ہاں تو باقاعدہ منگنی نہیں ہے۔ بس لڑکے کے گھر بات پکی کرنے جانا ہے، لیکن میرا اور تمہارے بابا کا جانا بہت ضروری ہے بیٹا۔ وہ تمہارے بابا کو لڑکے سے ملوانا چاہتی ہیں۔ فوراً شادی رکھنی ہے نا۔ اب اتنی مشکل سے بسمہ کا رشتہ ہوا ہے ایسے وقت میں اپنی طرف سے کوئی پریشانی نہیں کھڑی کر سکتی۔"

مما کی بتائی تفصیل بھی میزاب کو مطمئن نہ کر سکی۔ وہ دل ہی دل میں کڑھ گئی۔ اسے بھائی کی بات یاد آئی۔ مما کو بھانجیوں سے زیادہ ہی پیار تھا۔ تب ہی بیٹے سے زیادہ بھانجی کی فکر تھی۔

https://pklibrary.com/

"آپ بھی خالہ سے یمنیٰ کے لیے بات کرلیں۔ وہ یمنیٰ کو بھی ساتھ ہی رخصت نہ کردیں۔" بھائی کا خیال آتے ہی اس نے بے اختیار یاد دلایا۔ انہوں نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ جانے مما کیا کریں۔ میزاب نے دل میں سوچا مگر مزید اصرار کرنے کے بجائے دوبارہ اپنے مسئلے پر آگئی۔

"پھر ہم نہیں جارہے ویڈنگ اینورسری میں۔"

اس کا لہجہ مایوس ہوا تھا۔

"تم اسجد کے ساتھ پارٹی میں چلی جانا۔ ہم منگنی میں چلے جائیں گے۔"

انہوں نے حل نکالا۔ وقت نے انہیں بہت عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔ بیٹی کے کلاس فیلو کا رشتہ آنے پر شوہر کا ردعمل کیا ہوتا، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔ بلاوجہ وہموں اور خدشات میں بیٹی کا دل توڑنا بھی انہیں مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ بیٹے کو سب سمجھا کر اس کے ساتھ بھیجنے کا سوچ کر وہ مطمئن ہوگئیں۔ اچھا تھا وہ اسامہ سے مل لیتا تو اپنی رائے دے دیتا تو اس کے ساتھ مل کر وہ بہتر طور پر اس معاملے کو آگے بڑھا سکتی تھیں۔ وہ ہر قسم کی صورتحال کے لیے اپنے طور پر تیار تھیں مگر تقدیر انہیں کیا دکھانے والی تھی، وہ بالکل بے خبر تھیں۔

☆☆☆

سیاہ سلک کی سادہ میکسی میں ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ میزاب نے پوری کوشش کی تھی کہ وہ اوور بھی نہ ہو اور اچھی بھی لگے۔ اندر ہی اندر وہ جانتی تھی کہ اسامہ نے اسے اپنی فیملی سے ملوانے کے لیے بلوایا ہے۔ چھوٹا سا کلچ ہاتھ میں پکڑے جب وہ اسجد کے ساتھ باہر جانے کے لیے نکلی تو اس نے بہن کے چمکتے چہرے کو دیکھا تھا۔ وہ اتنی بڑی ہوگئی اور اسے علم بھی نہیں ہوا۔ مما کا اندازہ تھا کہ وہ لڑکا اسے پسند کرتا ہے اور میزاب بھی اس میں دلچسپی رکھتی ہے ورنہ ایسے کسی کی ذاتی تقریبات میں جانے کا کیا جواز۔ میزاب کی پسند کا سن کر اس کے دل میں عجیب جذبات پیدا ہوئے تھے۔ وہ خود اپنے آپ کو سمجھ نہیں پایا۔ جب وہ یمنیٰ کے لیے برملا اظہار پسندیدگی کر سکتا ہے، یمنیٰ اور اپنی دلی وابستگی کا ذکر والدین اور بہن بھائی کے سامنے کرنے سے نہیں کتراتا تو میزاب کی پسند پر بھی اسے روشن خیالی کا ثبوت دینا چاہیے۔ مگر وہ لڑکا کون تھا، کیسا تھا اور ان کا تعلق کیسا تھا، یہ خیالات اسے بے چین کر رہے تھے۔

مما سے بدگمانیاں تھیں، خفگیاں تھیں مگر محبت بھی بہت تھی اور میزاب تو ان سب کے جگر کا ٹکڑا تھی۔ مما نے کہا تھا کہ وہ چاہتی ہیں، اسجد اس کے ساتھ جا کر اس لڑکے سے مل لے تاکہ بعد میں انہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔ وہ ماں اور بہن کی خوشی کی خاطر تیار کھڑا تھا۔ سیاہ دوپٹے کو پنیں لگا کر میزاب نے اچھی طرح جما کر اوڑھا تھا۔ میکسی کی آستینیں کلائیوں تک تھیں۔ اونچی ہیل میں وہ تیار کھڑی اس کی منتظر تھی۔ اسجد گہری سانس بھرتا اسے آنے کا اشارہ کرتا نکل گیا۔

ہال ان کے گھر سے زیادہ دور نہ تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ہال کے داخلی دروازے پر کھڑے تھے۔ ہال خالی خالی نظر آرہا تھا۔ ابھی زیادہ لوگ نہ آئے تھے۔ اسجد کا ارادہ جلدی جا کر فوراً واپس آنے کا تھا۔ انٹرنس پر ہی اسامہ کھڑا ہوا تھا۔ اسجد سے اچھی طرح سلام دعا کر کے اس نے ہال کا جائزہ لیا۔ پاپا اردگرد نظر نہ آئے۔ خالی ہال میں مما دور ایک کونے کے صوفے پر بیٹھی ہوئی نظر آئیں۔

"دوست احباب تو ابھی آئے نہیں، تب تک آپ لوگ میری مما سے مل لیں۔"

میزاب پر اچٹتی سی نگاہ ڈال کر وہ ان دونوں کو وہاں لے گیا تھا۔

"مما، یہ میزاب ہے اور اس کے بھائی اسجد۔"

اس نے ایک باوقار سی خاتون کو مخاطب کیا تھا۔ وہ مسکرا کر متوجہ ہوئیں اور انہیں اسامہ کی کہی بات پر یقین آنے لگا۔ ان کے سامنے ماضی کے آئینے کھڑے تھے۔ میزاب واقعی ان سے مشابہت رکھتی تھی اور اسجد بھی تو کسی کا عکس تھا۔ میزاب اور اسجد

https://pklibrary.com/

بھی انہیں دیکھ کر چونکے تھے۔ وہ جانی پہچانی صورت رکھتی تھیں۔ عمر نے ان کی شخصیت و صورت پر زیادہ فرق نہیں ڈالا تھا۔ پرانے البمز میں لگی کچھ تصویریں ان کے ذہن پر تازہ ہوئیں۔ اسامہ ان سب کی حالت کا ادراک کیے بنا، کسی کے مخاطب کرنے پر مڑ گیا تھا۔

"بیٹھو بیٹا!"

وہ بمشکل بولیں۔ ذہن میں جھکڑ سے چل رہے تھے۔ انہوں نے کانپتے لہجے میں اسجد سے اس کے والد کا نام پوچھا تھا۔ نام سن کر ان کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ میزاب نے پاس بیٹھ کر انہیں دوبارہ سے دیکھا۔

"بھائی یہ تو....."

وہ کہتے کہتے رکی مگر اسجد جان گیا تھا کہ وہ کیا بولنا چاہ رہی ہے۔ گزرتے وقت نے ان پر اتنا ستم نہیں ڈھایا تھا کہ وہ پہچان میں نہ آتیں۔ گھر میں ان کا ذکر نہیں ہوتا تھا لیکن خاندان میں جو میزاب کو دیکھتا، وہ انہیں یاد کر لیتا۔

"آپ کی مما کیسی ہیں۔"

انہوں نے سنبھل کر کہنا چاہا۔

"آپ کو بھولی نہیں ہیں۔" اسجد نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔ وہ خود پر قابو نہ پا سکیں۔ بے اختیار آنسو آنکھوں سے نکلے تھے۔ میزاب کو لپٹا کر پیار کرتے ہوئے انہوں نے موقع کی نزاکت کا خیال کرتے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ پھر وہ باتیں کرنے لگے۔ وہ تینوں کتنی دیر بولتے رہے اور کتنی دیر چپ رہے، کسی کو اندازہ نہ ہوا۔ خود کو سنبھالتے سنبھالتے بھی انہوں نے کئی بار آنکھیں صاف کیں، اسجد کو اور میزاب کو پیار کیا۔ میزاب اس والہانہ پیار سے گھبرا رہی تھی۔ ہال میں مہمانوں کی آمد سے پہلے پہنچنے کا فیصلہ اسجد کو اب درست معلوم ہو رہا تھا۔ اسامہ نے انتظامات میں مصروف دور سے اچٹتی نگاہ ڈالی، وہ میزاب کے بھائی کے سامنے بار بار وہاں کے چکر نہیں لگانا چاہتا تھا۔

"اپنے ہابا سے اجازت لے لینا۔ میں تمہارے گھر آؤں گی مگر اب کی بار میں ان کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کروں گی۔ چاہے مجھے اسامہ کا دل ہی توڑنا پڑے۔"

انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔ وہ دونوں اسی وقت کھانا کھائے بغیر واپس آ گئے تھے۔

☆☆☆

گھر سے باہر موسم کے تیور بہت خراب تھے۔ رات کے اس پہر زور و شور سے برستی بارش اور بادلوں کی گرج سب کو دہلا رہی تھی۔ بیرونی موسم کے برعکس ان کا گھر اس وقت بہت پرسکون محسوس ہو رہا تھا۔ تمام کھڑکیاں، دروازے بند ہونے کی وجہ سے لاؤنج کا ماحول ساکن تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی ان کے شوہر نے اپنی بیٹی میزاب کو یہاں بلایا تھا۔ اسجد پہلے سے وہیں موجود تھا۔ مما کو بات کی نوعیت کا اندازہ تھا سو وہ انہیں مخل کرنے کے بجائے باورچی خانے میں اپنے کام میں مصروف رہیں۔ انہیں کام مکمل کر کے آتے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی مگر میٹنگ ختم ہو چکی تھی۔ اب لاؤنج میں وہ اکیلے بیٹھے تھے۔ صوفے کی پشت سے سر ٹکائے، ہاتھ سے آنکھیں چھپائے اللہ جانے، وہ کسی سوچ میں گم تھے یا غنودگی میں تھے۔ آنکھیں چھپا لینے کے باوجود ان کے چہرے کے تاثرات عجیب کرب و تکلیف بیان کر رہے تھے۔ ان کا دل زور سے دھڑکا۔

"ان کا کیا ردعمل ہوگا؟" وہ صوفے کے پاس آئیں مگر شوہر کے وجود میں جنبش تک نہ دیکھ کر وہ انہیں مخاطب کرنے کے بجائے دانستہ باہر لان میں کھلنے والی کھڑکی تک گئیں اور ایک دم اسے کھول دیا۔ متواتر برستے پانی کا شور، بجلی کی کڑک اور بادلوں کی گڑگڑاہٹ نے کمرے کے پرسکون ماحول کو لمحے میں تہہ و بالا کیا تھا۔ انہوں نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا اور بے اختیار بولتے کھڑے ہوئے۔

"کھڑکی بند کرو، مانہ بجلی سے ڈر جائے گی۔"

کھڑکی بند کرتے ہوئے انہوں نے چونک کر

https://pklibrary.com/

اپنے شریک حیات کو دیکھا، صاحب سالوں کی نیند لے کر شاید آج جاگے تھے۔ برسوں کے بعد آج یہ نام ان کے لبوں سے سنا تھا۔ جانے اب آگے کیا ہونا تھا۔ وہ انگلیوں سے ماتھا مسلتے، سر ہلاتے مڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔ اب ان سے کچھ پوچھنا بیکار تھا۔ نتیجہ جاننے کی خواہش لیے وہ میزاب کے کمرے کی طرف بڑھیں۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور میزاب دوپٹہ لپیٹے نم آنکھوں کے ساتھ تلاوت میں مصروف تھی۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑی اسے دیکھتی رہیں۔ پھر..... کچھ بھی پوچھنے کا ارادہ ترک کر کے اپنے کمرے میں چلی آئیں۔

کمرے کے نیم تاریک ماحول میں صاحب آنکھوں کو بازو سے ڈھانپے چت لیٹے تھے۔ اس کے باوجود وہ جانتی تھیں کہ وہ سو نہیں رہے بلکہ محض کچھ وقت خاموشی سے اپنے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی تکیہ سیدھا کرتے اپنی جگہ پر لیٹ گئیں۔ مانہ، مانہ، مانہ..... اس نام کی تکرار ان کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ شادی شدہ زندگی کی ابتداء.....

میں جو بے اعتنائی تھی، وہ کپ کی ختم ہو چکی تھی۔ ان دونوں نے ایک مثالی زندگی گزاری تھی۔ ہر دکھ سکھ میں ساتھ رہے لیکن اس وقت وہ دو محبت کرنے والے ساتھی تنہا ہی اپنی اپنی یادوں کے سفر کو نکلے ہوئے تھے۔ یادیں جو کسی جراح کے نشتر کی طرح زخم بھی خود ہی تھیں اور مرہم بھی۔

☆☆☆

''فہیم تم اب تک مانہ کو کالج سے لینے نہیں گئے۔''

صوفے پر نیم دراز آدھا نیچے لٹکا وہ نیند میں جھول رہا تھا، جب امی نے کندھے پر ہاتھ مارنے کے ساتھ زوردار آواز میں جگایا تھا۔

''ضیا کو کہہ دیا ہے امی، وہ لے آئے گا انہیں۔''

اس نے کندھا سہلاتے نیم غنودہ آواز میں جواب دیا تھا۔

''میں پوچھتی ہوں کہ مانہ تمہاری بہن ہے یا ضیا کی، جو اس کے سر ذمہ داری ڈال دی۔ پڑھائی تمہاری ہوگئی ہے، فارغ گھر میں پڑے رہتے ہو۔ تو بہن کو لاتے کیا مصیبت ہے۔ ایک مہینے کی بات ہے، اس کا دین والا گاؤں سے آجائے گا تو مسئلہ ہی ختم، تمہارے لیے اتنے دن بھی کالج سے لانا دوبھر ہے۔ لے کر پرائے بچے کو بھیج دیا۔''

امی غصے سے کہتی اس کے برابر میں ہی آ بیٹھیں۔ امی کا موڈ دیکھ کر وہ سیدھا ہوا اور ساری غنودگی بھلا کر دماغ کو حاضر کیا۔ فارغ بیٹھنے کا طعنہ دل پر لگا تھا سو بگڑ کر بولا۔

''حد کرتی ہیں امی آپ، ویسے تو دن رات آپ اور ابو انکل، آنٹی سے اپنے ہمالیہ سے اونچے اور سمندر سے گہرے تعلقات بیان کرتے رہتے ہیں۔ اب ذرا سا کام کہہ دیا تو پرایا بچہ بنا دیا۔ سارا بچپن اس بچے کا اسی صوفے پر اچھلتے کودتے گزرا ہے۔ آفس کے راستے میں کالج ہے۔ آرام سے لنچ کے لیے گھر آتے ہوئے لے آتا ہے مانہ اور شازیہ کو۔ اس کے پاس گاڑی ہے۔ میرے لیے کتنا مشکل ہے بائیک پر دونوں کو پھنسانا یا رکشہ کروا کر ساتھ چلنا، عجیب ہونق لگوں گا۔''

''ہونق لگنے کی کیا بات ہے۔ سواری ہونا بھی نعمت ہے۔ دونوں ہی دبلی پتلی سی ہیں۔ آرام سے بیٹھ جائیں گی۔ شروع سے ساتھ آتی جاتی ہیں۔ اب شازیہ کو اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتے۔ گھر میں فارغ بیٹھے ہو تو بول دیا ورنہ میں خود ہی جا کر لے آتی۔''

امی نے اس کے بگڑنے کا نوٹس نہیں لیا تھا۔ دوبارہ فراغت کا ذکر تو کانٹا بن کر فہیم کو چبھا۔

''میں نے بھی ہزار جگہ انٹرویو دیا ہوا ہے، ہر دوسرے روز ٹیسٹ دیتا ہوں۔ نوکری مل ہی جائے گی مگر آپ مجھے فارغ بیٹھا رہنا ضرور جتائیں گی۔ امی نہیں پوری پھپھو لگ رہی ہیں اس وقت۔''

فہیم نے خفگی سے کہا۔ امی جو اسے مزید ڈانٹنے کے موڈ میں تھیں۔ اس کی آخری بات پر بے اختیار

https://pklibrary.com/

ہنس دیں۔ جانتی تھیں بیروزگاری کا دکھ آج کل اس کے سر پر سوار ہے، پھر بھی وہی بات بار بار کہہ گئیں تو اسے برا لگنا ہی تھا۔ بچپن سے ہی پھپھو کی بیٹی عینی سے اس کی بات طے تھی۔ دونوں طرف سے آتش عشق برابر جل رہی تھی۔ اس منگنی کو باضابطہ شکل دے کر شادی کے انجام تک پہنچانے کے لیے محض فہیم کی نوکری کا انتظار تھا۔ اب کی بار پھپھو آئیں تو جتا بھی گئیں کہ بس عینی کے بھائی راشد کا انتظار ہے۔ اس کے سعودیہ سے آتے ہی وہ دونوں بہن بھائیوں کی اکٹھے شادی کردیں گی۔ بڑی بیٹی کے فرض سے تو وہ اس سے بھی جلد فارغ ہوگئی تھیں۔ پھپھو کی بات پر اپنے شاندار تعلیمی ریکارڈ کے باوجود فہیم مزید پریشانی کا شکار ہو گیا تھا۔ اسے اچھی جاب ملنے کی پوری امید تھی لیکن "نہ مل سکی تو" کا خوف ایک ڈراؤنے سپنے کی طرح اسے ڈراتا۔

امی کو ہنستا دیکھ کر فہیم نے دل میں آنے والا وسوسہ ان کے سامنے رکھا۔

"امی اگر نوکری نہیں ملی تو پھپھو رشتہ توڑ دیں گی؟" ننھے بچے کی طرح خوف بھرے معصومانہ انداز میں کہے اس سوال پر امی بے اختیار تسلی آمیز انداز میں بول اٹھیں۔

"ارے کیوں نہیں ملے گی نوکری اور رشتہ تو تمہاری پھپھو توڑ ہی نہیں سکتیں۔ تمہارے دادا، دادی نے ان کی فرمائش پر ہی جوڑا تھا۔" ان کی بات پر فہیم کو یک گونہ تسلی ہوئی، وہ مطمئن نظر آنے لگا۔

انہوں نے ایک افسوس بھری نظر فہیم پر ڈالی اور تاسف سے سر ہلایا۔ وہ عینی کے لیے اتنا پاگل نہ ہو رہا ہوتا تو انہیں بیٹے کی ماں ہونے کے باوجود نند کے نخرے نہ برداشت کرنے پڑتے۔

وہ معاملہ فہم سلجھی ہوئی خاتون تھیں۔ ہمیشہ بڑوں کو عزت دی۔ ان کی ساس ایک دبنگ خاتون تھیں۔ جب تک حیات رہیں، گھر کا کنٹرول مکمل طور پر ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس وقت پھوپھا کی معمولی نوکری تھی۔ حالات ایسے قابل رشک نہ تھے۔ انہوں نے بیٹی کی پریشانی دور کرنے کے لیے بچپن میں ہی بوتے اور نواسی کا رشتہ طے کردیا۔ بیٹی کے روشن مستقبل کا سوچ کر بیٹی داماد نے دل و جان سے یہ رشتہ قبول کرلیا۔ بیٹا، بہو بھی کہے میں تھے۔ اس لیے کسی کو اعتراض نہ ہوا۔ پھر عینی بچپن ہی سے اتنی حسین تھی کہ سب دل و جان سے اس کے طلبگار ہوتے۔ فہیم اور عینی نے بچپن سے اپنا نام ایک ساتھ سنا تو فطری محبت دلوں میں پروان چڑھ گئی۔ وقت آگے گزرا تو عینی کا بھائی راشد ڈپلومہ کرکے سعودیہ چلا گیا۔ بڑی بیٹی نوری کی انہوں نے انٹر کے بعد ہی شادی کردی۔ پھوپھا ریٹائرڈ ہوئے تو اپنے بھائی کے ساتھ مل کر کاروبار شروع کیا تھا۔ اللہ نے برکت ڈالی تو دونوں میں ترقی کر گئے۔ اب ان کی توجہ کا تمام تر مرکز عینی تھی۔ قسمت کا پلڑا جھکنے کے بعد بچپن سے قائم رشتہ اب بے وقوفی محسوس ہوتا۔ حسن، تعلیم، جہیز کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ رشتے دھڑا دھڑ آتے۔

پھوپھا کا رجحان آہستہ آہستہ خرم کی طرف ہونے لگا۔ خرم پھوپھا کا اکلوتا بھتیجا تھا اور کاروبار میں باپ کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ خرم اور عینی کی شادی ہوجاتی تو عینی کا مستقبل اور کاروبار دونوں محفوظ ہوجاتے مگر کچھ بیٹی کے دل کا خیال تھا اور کچھ زبان دینے کی مجبوری، ابھی وہ اتنے بے دیدہ نہیں ہوئے تھے کہ علی الاعلان قائم یہ رشتہ بلاوجہ توڑ دیتے۔

☆☆☆

شازیہ کو اس کے گھر کے دروازے کے سامنے اتار کر ضیا نے گاڑی آگے بڑھائی اور بیک ویو مرر میں رومانہ کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اس کے چہرے کا ایک رخ دکھائی دے رہا تھا مگر وہ اس کی طرف بالکل بھی متوجہ نہیں تھی۔

ضیاء نے نظر دوبارہ سامنے کرلی۔ پورا راستہ ان کی کوئی بات نہ ہوئی تھی تو اب کیا ہوتی۔ ایک گلی کا فاصلہ تھا۔ لمحوں میں وہ اپنے گھر کے سامنے تھے۔ کہنے کو وہ پڑوسی تھے مگر دونوں خاندانوں میں دوستانہ اتنا گہرا تھا کہ گاڑی رکنے پر فائل اٹھا کر باہر نکلتے ہوئے مانہ

https://pklibrary.com/

نے شکریہ کہنے کی بھی زحمت نہ کی۔ ضیا ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

خود سے زیادہ بے نیاز محبوب کا خیال ہونا ہی شاید یکطرفہ محبت کہلاتا ہے۔ دین دالے نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اسے گاؤں جانا ہے، سب اپنا بندوبست کرلیں۔ فہیم کے منہ سے یہ ذکر سنا تو صرف مانہ کی خاطر اس نے بظاہر سرسری انداز میں آفر کی تھی۔

"آج کل میرا معدہ مسئلہ کر رہا ہے۔ باہر کا کھانا ہضم نہیں ہوتا، دوپہر میں گھر آؤں گا۔ تم چاہو تو میری گاڑی لے جانا۔"

فہیم نے فوراً یہ آفر قبول کی تھی۔ یہ اور بات کہ ضیاء کے آنے کے اور مانہ کے کالج کی چھٹی کے اوقات یوں ملے کہ یہ ذمہ داری ضیا کو ہی اٹھانی پڑ گئی۔ فہیم اس کا بہت ممنون ہوا تھا اور وہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ چھپائے بظاہر سنجیدگی سے اسے سنتا رہا۔ اب اس بے نیاز کے لیے ضیا کو روزانہ یہ سفر طے کرنا تھا جو اسے نظر انداز کیے اپنے گھر کے اندر بھی جا چکی تھی۔

☆☆☆

مین گیٹ کھول کر اندر آتی شازیہ نے بریانی کی خوشبو محسوس کی تھی۔ اس کے چلتے قدم مزید سست ہوئے، وہ جانتی تھی کہ بریانی یقیناً ان کے گھر نہیں بنی۔ مہینے کے ان دنوں میں امی، ابو کی دوائیاں پوری کرنے کے لیے ساری بچت کھانے سے کرتی تھیں۔ بڑے سے اس گھر میں مالک مکان کا درجہ رکھنے کے باوجود وہ بہت مختصر حصے میں رہتے تھے۔ اس کے قدموں کی رفتار بریانی کی خوشبو نے نہیں بلکہ کسی سوچ نے تھامی تھی۔

عرصہ ہوا ایک حادثے میں ابو کے بستر پر پڑ جانے کے بعد امی نے مختصر سا گھر اپنے استعمال میں رکھ کر باقی کرائے پر چڑھا دیا تھا۔ یہی ان کا بنیادی ذریعہ آمدنی تھا۔ پڑھی لکھی نہ تھیں کہ نوکری کرتیں اور نہ اس وقت سلائی میں مہارت حاصل تھی۔ یہ اور بات کے گزرے سالوں میں بڑھتے اخراجات کے جن کو تاپور رکھنے کے لیے سلائی کر کر کے وہ بہت کچھ سیکھ گئی تھیں۔

بوجھل قدموں سے چلتی وہ اندر داخل ہوئی۔ اپنی پژمردگی چھپائے اس نے زوردار سلام کیا اور بنظر غائر منظر نامے کا جائزہ لیا۔ اس سے بڑی بہن فوزیہ سامنے ہی سلائی مشین رکھے کچھ سی رہی تھی۔ امی، ابو کو تکیوں کے سہارے بٹھا کر کھانا کھلا رہی تھیں۔ سب نے شاید مدھم انداز میں سلام کا جواب دیا تھا۔ اس تک کسی کی آواز نہیں آئی۔ کالج بیگ ایک طرف رکھتے وہ باورچی خانے سے پانی کا گلاس بھر کر فوزیہ کے قریب آ بیٹھی۔ گلاس لبوں تک لے جاتے اس نے سرسری سا پوچھا۔

"آپی آئی تھیں؟ رکی نہیں۔"

فوزیہ نے سلائی مشین روک کر اسے بغور دیکھا۔ شازیہ کی بڑی بڑی آنکھیں اس پر ٹکی ہوئی جواب کی منتظر تھیں۔ سوال، امید، خوف کیا کچھ نہ تھا ان آنکھوں میں۔ اس نے آنکھوں کی تحریر پڑھی پھر دانستہ ایک مسکان سجا کر بولی۔

"آئی تھیں، رکنے کے لیے بعد میں آئیں گی اور وہاں بات نہیں بنی۔" اس کے اتنے سیدھے جواب پر شازیہ خجل سی ہو گئی۔ "میں کپڑے بدل لوں۔" وہ اٹھ گئی۔ کپڑے بدل کر کھانے کی ٹرے اٹھائے وہ دوبارہ وہیں آ بیٹھی۔ فوزیہ اپنے کام میں مگن تھی اور وہ سست روی سے کھانا کھاتے اسے دیکھ رہی تھی۔ گندمی رنگت، سلیقے سے سنورے بال، صاف نقوش وہ اگر بہت حسین نہ تھی تو بدشکل بھی نہیں تھی۔

بی ایس سی کرنے کے بعد اس کا ارادہ جاب کا تھا مگر امی اس کی فوری شادی پر تلی بیٹھی تھیں۔ انکار کا کوئی اختیار ان کے پاس نہ تھا سو فوزیہ خاموشی سے ماں کے فیصلے پر سر جھکائے اچھے رشتے کے انتظار میں تھی۔ ان کی امی کو بیٹیوں کے اوصاف سے بھی آگاہی تھی اور اپنے حالات سے بھی۔ اسی لیے بڑی بیٹی کا رشتہ طے کرتے وقت بھی لڑکے کی تعلیم اور شکل

https://pklibrary.com/

کے بجائے شرافت و ہنر کو فوقیت دی۔ مختصر سے جہیز کے ساتھ سادگی سے شادی کر دی۔ آج وہ اپنے گھر میں خوش باش تھی۔ فوزیہ کے لیے بھی ان کا یہی ارادہ تھا۔ جہیز یا اس گھر کی لالچ میں آنے والے رشتوں کو وہ خود ہی منع کر دیتی تھیں یا ان کے گھر سے ٹپکتی لاچارگی اور باپ کی بے بسی دیکھ کر لوگ منع کر جاتے۔ انہیں اپنی بیٹیوں کے لیے ایسا رشتہ درکار تھا جو بنا جہیز یا میکے کی مضبوط سپورٹ کے اپنی بیوی کو عزت و محبت دے۔

☆☆☆

"پوسٹ مین" بیل کی آواز کے ساتھ ہی پوسٹ مین کا مخصوص لہجہ سنائی دیا۔ کچن میں کام کرتی امی دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتیں تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی تھیں۔ سائن کر کے رجسٹری وصول کرتے انہوں نے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ جب سے فہیم نے نوکری کی کوششیں تیز کر دی تھیں۔ گھر میں ڈاک زیادہ تر فہیم کی ہی آتی تھی۔ پہلے پہل وہ ایک جگہ انٹرن شپ بھی کر رہا تھا لیکن اب تو اتنی جگہ اپلائی کر چکا تھا کہ ہر دوسرے روز انٹرویو کے لیے ہی جانا ہوتا ورنہ گھر میں سویا رہتا۔ لفافے پر سرکاری مہر دیکھ کر وہ اسے کہیں رکھنے کا ارادہ موقوف کرتی اس کے کمرے میں آ گئیں۔ فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے ٹیسٹ، ڈاکیومنٹ ویریفکیشن، انٹرویو ہر مرحلے کو کلیئر کرنے کے بعد وہ روز ان سے دعا کرواتا تھا کہ امی بس اب لیٹر آ جائے۔

"فہیم، یہ دیکھو، یہ کہاں سے آیا ہے۔" اسے جھنجھوڑتے انہوں نے دبے دبے جوش سے کہا۔ ان کے انداز پر فہیم تیزی سے اٹھا تھا۔ لفافے پر تحریر پڑھ کر فہیم کا دل تیزی سے دھڑکا وہ لمحہ بھر رکا۔ پھر امی کو محو انتظار دیکھ کر بسم اللہ پڑھتے ہوئے لفافہ چاک کیا تھا۔ یہ اس کا اپائنٹمنٹ لیٹر تھا۔ اس نے زوردار نعرہ لگایا۔

"ہرا، امی مجھے نوکری مل گئی۔"

"الحمدللہ" امی نے خوشی سے بھرائی آواز میں کہا۔

"میں شکرانے کے نفل ادا کر لوں، تم بھی فوراً نفل پڑھو۔ پھر مٹھائی لے کر آنا۔" وہ اسے ماتھے پر پیار کر کے ہدایت دیتی کہنے لگیں۔ "ابو کو فون پر مت بتایئے گا۔ گھر آئیں گے تو میں خود بتاؤں گا۔" اس نے سرخوشی سے کہا تو وہ سر ہلاتی نکل گئیں۔ گھنٹے بعد وہ نک سک سے درست مٹھائی کے دو ڈبے لیے ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"دوسرا ڈبہ کس کے لیے۔" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"پھپھو کے گھر چلیں مٹھائی دینے؟" وہ جھجکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ مسکرا کر سر ہلا گئیں۔ جانتی تھیں کہ وہ عینی سے ملنے کا بہانہ چاہ رہا ہے۔ فون پر تو بات ہو جاتی تھی لیکن انہیں ملاقات کا موقع کم ہی ملتا تھا۔

"نانہ آنے والی ہو گی کالج سے۔" انہیں خیال آیا۔

"ہم جلدی آ جائیں گے۔ دیر بھی ہو گئی تو آنٹی کے پاس گھر کی چابی ہے نا۔" فہیم نے پروگرام ملتوی ہونے کے ڈر سے جلدی سے کہا۔ وہ مطمئن ہوتی کھڑی ہو گئیں۔ یوں بھی کافی دن سے وہاں کا چکر نہیں لگا تھا۔ کچھ دیر بعد ہی وہ پھپھو کے عالیشان گھر کے سامنے تھے۔

پھپھو اور عینی نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا تھا۔ مٹھائی کا ڈبا پکڑاتے ہوئے انہوں نے فہیم کی نوکری کی خوشخبری سنائی اور مبارکباد وصول کی۔ ماحول میں تھوڑا تناؤ تب آیا، جب غیر متوقع طور پر پھوپھا سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے سرد چہرے کے ساتھ یہ خبر سنی اور فہیم سے ترقی کے مواقع اور اندازاً تنخواہ پر بات کرتے ہوئے اسے سمجھاتے رہے کہ ترقی تو بس کاروبار کی مرہون منت ہے۔ نوکری تو نری غلامی ہے۔ فہیم سر ہلا کر تابعداری سے سنتا رہا، ہاں میں ہاں ملاتا انہیں اپنے مستقبل کے ارادوں میں پارٹ ٹائم کاروبار کرنے کی یقین دہانی کرواتا رہا مگر اس وقت اسے برا لگا جب وہ اسے یہ

https://pklibrary.com/

سنانے لگے کہ عینی پر آسائش ماحول کی عادی ہے۔ اس کے چہرے پر تکدر کے تاثرات ابھر آئے۔ عینی نے بات بدلتے ہوئے آگے بڑھ کر مٹھائی کا ڈبہ کھولا لیکن وہ معذرت کرتے چلے گئے۔ عینی نے پھپھو کے آگے ڈبا کیا۔ پھپھو نے گلاب جامن اٹھا کر منہ میں رکھتے ہنس کر کہا۔

''مٹھائی کا ڈبہ تو اتنا بڑا لے آئے، جیسے فسٹری ملی ہو۔'' فہیم جلبلا کر رہ گیا۔ من پسند نوکری ملنے پر خوشی سے اس کا ٹھکانا نہ تھا، اس پر پھپھا کے سوالات اور اب پھپھو کے تبصرے۔

''بنا سفارش کے سرکاری نوکری مل جانا بھی منسٹری کے برابر ہی ہے۔ پردیس میں مزدوریاں تو نہیں کرنی پڑ رہی نا۔''

فہیم کے جواب پر پھپھو کے چہرے کا رنگ بدلا۔ راشد مزدوری نہیں کرتا تھا مگر اس کی تعلیم فہیم سے کم تھی۔ امی نے اپنی صلح جو فطرت سے مجبور ہو کر فوراً گفتگو کا رخ موڑا۔ پھپھو بادل نخواستہ انہیں جواب دینے لگیں۔

''میں نے لان میں نئے پودے لگوائے ہیں۔ تمہیں دکھاتی ہوں۔'' عینی نے معاملہ سنبھالنے کے لیے فہیم کو منظر سے غائب کرنا مناسب سمجھا۔

''حد ہے فہیم، کیوں جھگڑے پیدا کرتے ہو۔ پاس ٹکا نہیں اور مزاج سولہ آنے۔ امی نے کچھ کہہ دیا تو سن لیا کرو۔'' باہر آتے ہی عینی نے اپنی جھنجھلاہٹ نکالی۔

''وہ لوگ سوچ سمجھ کر نہ بولیں، بس میں سنتا رہوں۔''

فہیم نے قدرے تندی سے اسے دیکھا۔ دل کے ہاتھوں مجبور تھا مگر اس کا یوں جتانا بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

''میری خاطر برداشت کر لو نا۔ نانی کی بات کا پاس ہے ورنہ ابو کو تو ویسے ہی اس رشتے میں زیادہ دلچسپی نہیں۔ میں ضد کر کے مر جاتی تو بھی وہ میرا رشتہ خرم سے ہی کرتے۔''

عینی روہانسی ہو گئی۔ والدین بھی ٹھیک لگتے تھے اور فہیم کو کچھ کہنا یا چھوڑنا بھی مشکل تھا۔ وہ محبت سے مجبور اس کے ہزار نخرے اٹھاتا تھا مگر کوئی اور کچھ کہتا تو چڑ جاتا۔ عینی کے رونے والے تاثرات دیکھ کر فہیم نے سر جھٹک کر گویا سارا غصہ ایک طرف پھینکا۔ اتنے دن بعد اسے دیکھا تھا، وہ اس ملاقات کا اختتام تلخی پر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس سے محبت کرتی تھی، اس کے لیے بس یہی کافی تھا۔ شادی ہو جاتی تو سب مسئلے حل ہو جاتے۔

''تم مر جاتی تو میں کیا کرتا یار، ہر جمعے کو باقاعدگی سے دادی کا احسان چکانے ان کی قبر پر جاتا ہوں، فاتحہ پڑھتا ہوں۔'' اس نے ماحول خوش گوار کرنے کے لیے شرارت سے کہا تو عینی بھی ہنس دی۔

☆☆☆

امی کا اندازہ درست تھا، انہیں ٹھیک ٹھاک وقت لگ گیا۔ عینی نے انہیں دوپہر کا کھانا کھائے بنا نہیں آنے دیا تھا۔ بیٹی کی خاطر پھپھو بھی بہت اچھی طرح مہمان نوازی کر رہی تھیں۔ اتنے اصرار کے بعد اٹھ کر آ جانا انہیں اچھا نہیں لگا۔ مانہ کو بند دروازہ دیکھ کر شدید غصہ آیا تھا۔ اس کا ارادہ آنٹی سے چابی لینے کا تھا مگر آنٹی نے اسے پیار بھرے انداز میں جھڑک دیا۔ ''منہ ہاتھ دھو کر آؤ، میں کھانا لگا رہی ہوں۔ تمہیں خالی گھر میں بیٹھ کر ختم پڑھنا ہے۔'' ان کے بے ساختہ انداز پر وہ مسکرا کر رہ گئی۔ فریش ہو کر جب وہ باورچی خانے میں آئی تو آنٹی توے پر پراٹھا سینک رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر خوش گواری سے بولیں۔ ''ضیا کی فرمائش پر بھنڈیاں بنائی تھیں آج، ابھی کھانا لگایا تو یاد آیا تم بھنڈی کھاتی ہی نہیں۔ میں نے کباب تل کر پراٹھا بنا دیا ہے۔''

بھنڈی اسے واقعی ناپسند تھی لیکن یوں اپنے لیے اہتمام دیکھ کر وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

''میں کھا لیتی آنٹی، آپ نے خوامخواہ تردد کیا۔'' اس نے کمزوری آواز میں کہا۔

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

''پتا ہے مجھے، تم کیسے کھاتیں۔ چلو یہ کباب کی پلیٹ لے جاؤ، میز پر پانی بھی رکھو، رائتے میں نمک چکھ لینا، میں پراٹھے لے کر آتی ہوں۔'' انہوں نے کہا تو وہ تکلف بے کار جان کر کام کرنے لگی۔ چند سال پہلے تک وہ اسی گھر میں پائی جاتی۔ آنٹی کو بیٹی کا بہت شوق تھا۔ اس کے خوب نخرے اٹھاتیں۔ وہ پڑھی لکھی تھیں، تو ضیا کے ساتھ ان دونوں بہن بھائیوں کو بھی پڑھا دیا کرتیں۔ پھر شرارت کرنے، فلمیں دیکھنے لڑ کے فہیم کے کمرے میں گھس جاتے اور مانہ آنٹی سے گڑیا کے کپڑے سلوانی، تو کبھی امی سے بیڈ شیٹس کڑھوانی۔ اس کی گڑیا کی شادی ہمیشہ بہت دھوم دھام سے ہوتی۔ شازیہ اپنا گڈا لے کر آتی تو امی لڑکے والوں کی طرف سے زیور ڈالتیں۔ شادی کا کھانا آنٹی پکاتیں تو ولیمہ امی ارینج کر دیتیں۔

امی کی ایک ہی بہن تھی۔ وہ بھی حالات کی ستم ظریفی کا شکار۔ ان سے جتنا بن پڑتا، بہن اور بھانجیوں کا خیال رکھتیں۔ رفتہ رفتہ مانہ نے گڑیا کی شادیاں کرنا چھوڑ دی۔ اب وہ اور شازیہ خود ہی پڑھ لیتے تو یہاں آنا جانا بھی کم ہو گیا۔

ضیا نے کرسی پر بیٹھتے دھلے چہرے کے ساتھ مانہ کو برتن رکھتے دیکھا۔ وہ پانی کی بوتل رکھ کر گئی تھی۔ بلا ارادہ اس نے پانی گلاس میں نکال لیا۔ نظر دوبارہ اس پر جا ٹھہری تھی۔ ایسے اس کے گھر میں چلتی، پھرتی کام کرتی وہ کتنی اچھی، اپنی سی لگ رہی تھی۔ ضیا نے نظر چراتے سالن کا ڈونگا سامنے کیا۔ خوش رنگ بھنڈیاں دیکھ کر بھوک چمک اٹھی۔ یہ اس کی پسندیدہ سبزی تھی۔ اس نے پلیٹ میں سالن نکالا۔ وہ کباب کی پلیٹ لے کر آئی۔ اس کے پیچھے ہی آنٹی بھی پراٹھے لیے چلی آئیں۔

''لو بھئی ضیا تم اپنی بھنڈیاں کھاؤ۔ میں تو مانہ کے ساتھ کباب پراٹھا کھاؤں گی۔'' انہوں نے رائتے کا پیالہ ضیا کے سامنے کیا۔ ''یہ کیا ناانصافی ہے بھئی۔'' وہ نوالہ منہ میں ڈالتے رک کر حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

''ناانصافی کیسی، مانہ کو بھنڈی نہیں پسند ہے تو کچھ تو کھائے گی۔'' آنٹی اچھے میزبان کی طرح اسے کھانا سرو کر رہی تھیں۔ ضیا نے سر ہلاتے نوالہ منہ میں ڈالا۔ بھنڈی ہمیشہ کی طرح بہت مزیدار تھی۔ مگر جانے کیا سوچ کر اس نے ایک کباب بھی اٹھا کر پلیٹ میں رکھ لیا۔ بچپن کے ساتھ سے پیدا انسیت اور پھر رنگ بدلتی محبت اب دل میں گہرائی تک جڑیں گاڑ چکی تھی۔ اس بے پروا کو معلوم بھی نہیں تھا کہ کوئی خود کو اس کے رنگ میں رنگنے کو بے تاب تھا۔

☆☆☆

''آپ لوگ تو ابھی سے مجھے بھول گئے، بھابھی آنے کے بعد کیا ہوگا۔''

آئس کریم کھاتے مانہ کی زبان بھی چل رہی تھی۔ پھپھو کے گھر سے واپسی پر گھر خالی دیکھ کر امی اور فہیم بھائی ادھر ہی آ گئے تھے۔ ان کے یوں اچانک گھر سے غائب ہونے کی وجہ جان کر جہاں مانہ کو بھائی کو نوکری ملنے کی خوشی ہوئی، ساتھ ہی اپنے دیر سے جاننے پر شکوہ بھی ہو گیا۔

''مانہ تو پکی نند بنے گی، ابھی سے نخرے شروع۔'' فہیم نے ہنستے ہوئے حساب چکایا۔

''کہہ تو ٹھیک ہی رہی ہے۔ ہمارا منہ میٹھا کروائے بنا پھپھو کے پاس بھاگ گئے تم۔'' آنٹی نے بھی مانہ کا ساتھ دیا۔

''صرف منہ نہیں میٹھا کروانا، آپ کو تو کھانا کھلاؤں گا نا آج رات گھر میں دعوت رکھتے ہیں۔'' فہیم نے آنٹی کو تسلی دیتے ہوئے ماں کی طرف مدد طلب نگاہوں سے دیکھا۔

''ہاں بھئی، آج رات کا کھانا ہمارے گھر کھاؤ۔ مل بیٹھے ہوئے بہت عرصہ ہی ہو گیا ہے۔ بتاؤ کیا بنانا ہے۔'' امی نے فوراً اس کی بات آگے بڑھائی۔

''نہیں بھئی، آپ کیوں بنائیں گی۔ فہیم خود ڈنر کروائے۔''

ضیا نے بھی گفتگو میں حصہ ڈالا۔ ''ساحل پر

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

چلتے ہیں۔ پکنک ارینج کرلیں۔ میں شازیہ لوگوں کو بھی بلا لیتی ہوں۔'' مانہ بھائی کو دیکھتی چمکی تو فہیم سر پکڑ کر رہ گیا۔

''لوکری ملی ہے ابھی، تنخواہ نہیں جو تجھے رگیدنے پر تلے ہوئے ہو۔'' فہیم نے بھرپور احتجاج کیا

''آج گھر میں کھا لیتے ہیں، باہر جانے کا بعد میں دیکھیں گے۔'' آنٹی نے بھی فہیم کا ساتھ دیا۔ ''تو پھر باربی کیو کرتے ہیں چھت پر۔'' ضیا کے دماغ سے دھڑا دھڑ آئیڈیاز برآمد ہو رہے تھے۔ آخر باربی کیو کا پروگرام فائنل ہوا۔

تکے لڑکوں نے بنانے تھے مگر رات کی ٹھنڈی ہوا اور چاند کی روشنی میں بیٹھنے سب ہی اوپر چلے آئے۔ ابو اور انکل اپنی سیاسی باتوں میں مصروف تھے تو آنٹی اور امی سسرالی مسائل میں۔ آنٹی کے اپنے رشتے دار تو یہاں نہیں تھے مگر دونوں گھرانوں کے دیرینہ تعلقات کے پیش نظر وہ امی کی نند کو نند اور بہن کو بہن کی طرح ہی ٹریٹ کرتی تھیں۔ دونوں خواتین کے درمیان پھپھو لوگوں کا بدلتا مزاج موضوع بحث تھا۔

فہیم کے ساتھ سیخوں میں تکے پروتے، کوئلوں کو ہوا جھلتے ضیا اچٹتی سی نظر ریڈیو کے ساتھ مصروف مانہ پر بھی ڈال لیتا۔ وہ اس پارٹی کو اپنی ٹریٹ قرار دے کر کسی قسم کی مزید مدد سے صاف انکار کر چکی تھی۔

آسمان پر بادل چھائے تھے۔ ہوا کافی تیز تھی۔ اسی لیے انہوں نے انگیٹھی چھت کے ڈھکے ہوئے حصے پر لگائی تھی۔ چارپائیوں اور کرسیوں کو دھوپ کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے یہیں رکھا جاتا، کپڑے بھی یہیں ایک کونے میں دھوئے جاتے مگر اس وقت چارپائی اور کرسیاں کھلی چھت پر رکھے باقی سب ہوا میں بیٹھے تھے۔ جبکہ وہ دونوں کونے میں انگیٹھی کو ہوا جھلتے مظلومیت کی مثال قائم کر رہے تھے۔ اتنی دور سے امی لوگوں کے پیچھے کہیں بیٹھی وہ اسے صاف دکھائی بھی نہیں دے رہی تھی۔ کام میں مصروف ضیا کا ذہن بار بار مانہ میں الجھتا۔ اس کے ساتھ زندگی بتانے کی خواہش، اس کے سنگ ان خوبصورت لمحوں اور موسم سے لطف اندوز ہونے کی تمنا دل میں بڑھتی جا رہی تھی۔ دل سے مجبور ہو کر وہ اسے دیکھنے کے لیے بلا ارادہ چھت کے بیچ جا کھڑا ہوا۔

''میں ذرا ہوا کھا لوں۔'' تکوں کے ساتھ الجھتے فہیم نے اسے سوالیہ دیکھا تو وہ سرسری سا بولا۔

''ہوا ہی کھانا پھر، یہ تو میں تمہیں نہیں دینے والا۔'' فہیم نے واحد مددگار کو جاتے دیکھ کر دھمکی آمیز انداز میں کہا۔ ضیا کچھ کہے بنا ہنس دیا۔ یہاں سے شہر دل کی وہ ملکہ صاف نظر آ رہی تھی۔

''بارش'' ایک دم مانہ خوشی سے چیخی۔ ہلکی ہلکی پھوار شروع ہو چکی تھی۔ سب ہی شیڈ کے نیچے سمٹ آئے۔ مانہ کرسی شیڈ کے نیچے رکھ کر بیٹھی ہاتھ بڑھا کر موسم انجوائے کر رہی تھی۔ ایک دم موسم نے رنگ بدلا۔ بارش تیز نہیں تھی مگر بجلی چمکنے سے منظر روشن ہو گیا۔ بادل گرجنے کی تیز آواز پر مانہ امی کے پاس بھاگی۔

''بچوں والی حرکتیں مت کرو بیٹا، کچھ نہیں ہوتا۔'' اس کے یوں ڈرنے پر ابو نے ڈپٹا۔ ضیا حیرت سے اپنی امی کے ساتھ چپکی مانہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس ذرا سی گرج، چمک میں ڈرنے والی کیا بات تھی بھلا۔

''آپ لوگ نیچے چلے جائیں۔ ہم بنا کر لے آتے ہیں یا انگیٹھی ہی نیچے لے آتے ہیں۔ اس موسم میں یہاں بیٹھنا ٹھیک نہیں۔'' فہیم اسے انگیٹھی دیکھنے کا کہہ کر امی کے پاس گیا۔ ابو لوگوں نے اس کی آفر مسترد کر دی تھی۔ سیخوں سے اترتے تکے کھانے میں جو مزا تھا وہ ہاٹ پاٹ سے نکال کر کھانے میں کہاں ملتا۔ مگر مانہ فوراً کھڑی ہوئی تھی۔ فہیم امی، آنٹی کو بصد اصرار نیچے چھوڑ کر آیا تھا۔

''بیٹھے رہتے اوپر ہی سب۔ اب کہاں بنا بنا کر

https://pklibrary.com/

بیچے دیتے رہیں گے۔" ضیا نے کوفت سے کہا تھا۔

"ابھی چیخیں مارنا شروع کر دی ہوں گی مانہ نے۔ بادل گرجے یا بجلی چمکنے سے بہت ڈرتی ہے۔ ابو اس کے ڈرنے پر ڈانٹتے ہیں۔ کھڑکیاں، دروازے بند کر کے کمرے میں بٹھا کر آیا ہوں تاکہ سکون سے کھا تو لے۔" فہیم نے بہن کی محبت سے لبریز لہجے میں بتایا۔ برسات جو مانہ کو خوش دیکھ کر اچھا لگ رہا تھا اب ضیا کو زہر لگ رہا تھا۔ بادلوں کا شور آج سے پہلے اسے بھی اتنا برا نہیں لگا تھا۔ کیا ہوتا جو بارش کن من، کن من بنا شور کیے بوندا باندی بن کے برستی رہتی اور وہ چہکتی چڑیا کی طرح سرشار اس کے سامنے ہی رہتی۔

☆☆☆

وقت نے خوب صورت کروٹ لی تھی۔ آج کل خوشخبریاں ایک کے بعد ایک مل رہی تھیں۔ فوزیہ کا رشتہ طے ہونے کی خبر بھی انہیں خوش کر گئی۔

"ماشاء اللہ، اللہ خوشیوں کا وقت لائے۔ پھر کیا ارادہ ہے۔ کب کرنی ہے شادی۔"

امی کا لہجہ دلی محبت وخلوص کا عکاس تھا۔ مطمئن نظر آتے خالہ، خالو اور ماحول میں پھیلی خوشگواریت مانہ کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔

"بس اگلے مہینے کا پہلا جمعہ رکھ لیا ہے۔ دراصل لڑکے کی ایک ہی بہن ہے۔ والدہ حیات نہیں ہیں تو اس کے والد صاحب دونوں بچوں کی ایک ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں۔" خالہ نے تفصیل بتائی۔

"اتنی جلدی خالہ، ہال مل جائے گا۔" مانہ نے بے اختیار دخل دیا۔ ساتھ ہی سب کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر شرمندہ بھی ہو گئی۔ بڑوں کی بات میں بولنا بنتا نہیں تھا۔

"ہال نہیں کرنا بیٹا۔ بہت مختصر بارات آئے گی۔ ہمارے بھی اتنے مہمان نہیں، گھر کے سامنے ٹینٹ لگالیں گے۔"

خالہ نے حسب عادت مسکرا کر جواب دیا۔

پے در پے مشکلات انہیں صبر کے اس اعلیٰ مقام پر لے آئی تھیں کہ وہ ہر تکلیف مسکرا کر ٹال دیتیں۔ مانہ بڑبڑاتی وہاں سے اٹھ کر باورچی خانے میں چلی گئی تھی۔ اب اسے شازیہ سے ساری معلومات لے کر فوزیہ سے چھیڑ چھاڑ بھی تو کرنی تھی۔

"فکر بالکل مت کرنا، فہیم اور اس کے ابو ایک، دو دن میں آ جائیں گے۔ کام وغیرہ بتا دینا، تمام انتظام سنبھال لیں گے۔ ابھی تو بس تمہارا فون سنا تو رہ نہ پائی اور فوراً چلی آئی۔" امی نے بہن کو تسلی دی۔

"فکر کیسی، اللہ سب بنانے والا ہے اور بھائی صاحب نے تو ہمیشہ چھوٹی بہنوں کی طرح خیال رکھا ہے۔ نازیہ کی شادی میں بھی فہیم اور وہ اس کا دوست ضیا بھاگ بھاگ کر سارے کام کرتے رہے۔ بلاؤں گی میں ضیا کی ماں کو بھی اور کون سے رشتے دار ہیں میرے۔" خالہ نے ہمیشہ کی طرح اللہ توکل کرتے سبھاؤ سے کہا۔ ان کا لہجہ تشکرانہ تھا۔ اللہ کے بعد بہن، بہنوئی کا ہی سہارا تھا۔ جو ہر موقع پر کام آتے۔

"مانہ کی پھپھو کو بھی بلا لینا۔ راشد واپس آ گیا ہے۔ اب اس کے لیے رشتہ دیکھتی پھر رہی ہیں۔"

امی نے دھیمے انداز میں کہا۔ خالہ ان کی بات میں چھپے مقصد کو جان کر مسکرائیں۔

"بلانا تو ہے۔ آپ کی اکلوتی نند ہے اور فہیم کا بھی سسرال ہے بھئی۔ یہ اور بات کہ انہیں ہم غریبوں کے گھر آنا گوارا ہو یا نہیں۔ بیٹے کا رشتہ بھی وہ ہم پلہ لوگوں میں ہی کریں گی۔"

"بس جانے بھی دو۔ ایسی بھی بات نہیں۔ روپے پیسوں سے عزت نہیں بنتی۔ خاندانی لوگوں کے طور طریقے الگ ہوتے ہیں۔ کم ظرف ہوتے ہیں جو پیسہ آتے ہی ماش کے آٹے کی طرح اینٹھ جاتے ہیں۔" امی ناک چڑھا کر بولیں۔

"تمہارے بھائی کے ساتھ گئی تھی میں راشد سے ملنے۔ تمیز سے ملا۔ اچھا بچہ ہے۔ بس باپ تھوڑا

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

اکھڑ ہے۔ جلدی ہی شادی کا کہہ رہے تھے وہ۔ میرا ارادہ تھا کہ سال، دو سال رک جاتے تو مانہ کی بھی ساتھ ہی کر دیتی لیکن تمہارے بھائی نے منع کر دیا۔ کہتے ہیں جس کا جب نصیب ہو۔"

اب وہ دونوں بہنیں اپنی باتوں میں لگی تھیں۔

"تم نے بتایا ہی نہیں مانہ کہ عینی بھابھی کے بھائی آ گئے۔" چائے کی ٹرے لا کر رکھتے ہوئے شازیہ نے ان کی گفتگو سنی تو جا کر مانہ سے سوال جڑ دیا۔

"مجھے کیا ان سے، آئیں یا جائیں۔ میری تو خود اب تک ملاقات نہیں ہوئی۔" مانہ نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔ تقدیر دور کھڑی اس پر ہنس رہی تھی۔ اگر وہ جانتی کہ راشد کا اتنے برس بعد واپس آنا، اس سے ملنا، مانہ کی زندگی پر یوں اثر انداز ہوگا تو شاید کہیں چھپ کر بیٹھ جاتی۔

☆☆☆

"خالہ بھی مانتی نہیں ہیں۔ میں نے کہا بھی تھا کہ ہال میں نہیں کرنا تو ہمارے گھر کر لیں۔" فہیم حسب عادت کام کے ساتھ بڑبڑانے میں مصروف تھا۔ گھر کے دروازے کے بالکل سامنے سڑک پر شامیانے لگائے جا چکے تھے۔ خوبصورت آرائشی دروازہ بنا کر بارات کو خوش آمدید کہنے کا بہت اچھا انتظام کیا گیا تھا۔ میز، کرسیاں، پانی سب کا مناسب بندوبست تھا۔

"چل اب سب ہو گیا ہے تو نہا دھو کر تیار ہو آئیں۔" ضیا نے سب طرف نظر دوڑائی۔

"نہیں، تم ابھی یہیں رکو۔ ان کے سر پر نہ رہو تو کام نہیں کریں گے۔ ابھی ان ٹنکیوں میں ٹھنڈا پانی بھروانا ہے اور وہ ہاتھ دھونے والی ٹنکی کے ساتھ صابن، تولیہ رکھوانا ہے۔ میں گھر جا کر تیار ہوتا ہوں اور ابو کو بھیج دیتا ہوں۔ وہ آ جائیں گے تو تم آ جانا۔" فہیم نے کام کرتے کیٹرنگ کے عملے کو دیکھا اور تمام انتظامات کا باریک بینی سے جائزہ لیا۔ وہ ایسے ہی شعلہ، شبنم مزاج کا حامل تھا۔ فہیم نکلا تو ضیا وہیں ایک کرسی پر سر پیچھے ٹکا کر نیم دراز ہو گیا۔ اس کے ابا سے لے کر اس تک چلتی یہ نسل در نسل دوستی بہت کچھ کروا لیتی تھی ورنہ کسی اور کے لیے یہ سب کرنا اتنا آسان بھی نہ تھا۔

"ضیا بھائی، بات سنیں۔" گھر کے اندرونی دروازے سے آواز کے ساتھ مانہ کا چہرہ نمودار ہوا تھا۔ ضیا فوراً سیدھا ہو گیا۔ وہ وہیں کھڑی اس کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ تھکاوٹ کا احساس لمحوں میں ماند پڑا۔ وہ تیزی سے اس تک آیا۔ "بھائی کہاں ہیں؟" وہ یقیناً فہیم کو ڈھونڈنے آئی تھی، اسی لیے پہلا سوال اسی کے بارے میں ہوا۔

"گھر تک گیا ہے۔" ضیا نے اس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے ان دیکھی خوشی و توانائی سے اپنا وجود بھرتا محسوس کیا۔ کتنے دن بعد اسے دیکھا تھا۔ جب سے اس کا ویزہ والا واپس آیا تھا۔ ان کا آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ کئی دن وہ بے اختیار دوپہر کو آفس سے اٹھ آتا رہا مگر کالج کے سامنے آ کر اور گھر پہنچ کر بھی وہ نظر نہ آئی تو ایک خالی پن کا سا احساس رہتا۔ وہ اس کے لیے کتنی ضروری تھی، اسے ان چند دنوں میں اندازہ ہوا تھا۔ مانہ کو تو شاید اس کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا، کجا کہ اس کی کمی محسوس کرتی۔

"اچھا! وہ خالہ کہہ رہی ہیں کہ اسٹیج نہیں بنائیے گا۔ خالو کی وہیل چیئر نہیں جا سکے گی اور ابھی بھی اندر آ کر انہیں لے جائیں۔ وہ باہر بیٹھ کر بارات کا استقبال کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے فہیم کو نہ پا کر اسے ہی خالہ کا پیغام پہنچا دیا۔ ضیا نے غائب دماغی سے سر ہلایا۔ وہ سننے سے زیادہ دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ بے نیازی سے پیغام دیتی وہ اس کے جذبوں سے کتنی لاتعلق تھی۔ محبت کی جو دھم آنچ اس کے دل کو سلگا رہی تھی، اس کی گرمائش مانہ تک کیوں نہیں پہنچی۔

"تم نے مجھے یاد نہیں کیا اتنے دن۔" بے اختیار ذہن میں چلتی سوچ زبان تک آئی تھی۔

https://pklibrary.com/

"جی!" مانہ تعجب سے دو قدم اور پیچھے ہوئی تھی۔ اس کا یوں مسلسل دیکھنا ویسے ہی پزل کر رہا تھا اور اس پر اب یہ جملہ...... ضیا کی آنکھوں میں بولتے نرم نرم جذبے وہ محسوس کر رہی تھی لیکن ایسی بے باکی اس نے پہلے کبھی نہیں دکھائی تھی۔ وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا۔ مانہ کے دل میں ناپسندیدگی کا غبار اٹھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات ضیا کو ہوش میں لے آئے۔

"وہ، میں یہ کہہ رہا تھا، وین سے آنے جانے میں مسئلہ تو نہیں ہوتا۔ میں پک کر لوں گا۔" اس نے بات بنانا چاہی۔

"میں ہمیشہ سے وین میں ہی جاتی ہوں ضیا بھائی۔ آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ ایک دم رکھائی سے بولتی اندر چلی گئی تھی۔ ضیا بے چین ہوا۔ وہ اسے غلط سمجھ رہی تھی۔

اپنے سر پر ہاتھ مارتا ضیا خود کو ڈپٹ رہا تھا۔ مانہ کا انداز کیسا بے یقین تھا۔ وہ خود اپنا تاثر خراب کر بیٹھا تھا۔ اب اسے فوراً امی سے بات کرنی تھی تاکہ مانہ اسے فلرٹ نہ سمجھے۔

☆☆☆

"کہاں لے آئی ہیں آپ۔ اب فہیم کی خالہ سے ہمارا کیا واسطہ۔" راشد ایک طرف گاڑی کھڑی کرتے جھنجلا رہا تھا۔ گلی میں لگے شامیانے ہی اس شادی کا حال بتانے کو کافی تھے۔

"واسطہ کیوں نہیں، اکلوتی خالہ ہیں فہیم کی۔ بھابھی کے لیے نہ سہی، عینی کے لیے ہی رشتے داروں سے ملنا تو ہوگا۔" پھپھو سمجھانے والے انداز میں کہتی نیچے اتر گئیں۔ راشد شامیانے کے اندر آیا تو پھپھو اور عینی گھر میں جا چکی تھیں۔ ماموں، فہیم اور دیگر افراد سامنے بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ جا بیٹھا۔ بارات آ چکی تھی۔ نکاح کے بعد مبارک سلامت کے شور کے ساتھ ہی کھانا لگا دیا گیا تھا۔ راشد اکتایا ہوا سا بیٹھا تھا۔ اس کی اکتاہٹ ایک دم ختم ہوئی تھی۔ کھانے کے بعد اندر سے رنگ و بو کا ایک ریلہ سا آیا تھا۔ تمام خواتین بمعہ دلہن باہر آ گئی تھیں۔ دلہن کو دلہا کے ساتھ بٹھایا گیا۔ نوخیز لڑکیاں نک سک سے تیار، خوشبو بکھیرتی نظر آ رہی تھیں۔ وہ دلچسپی سے ساری چہل پہل دیکھنے لگا۔ سب نے نشستیں سنبھال لیں تو قدرے سکون ہوا۔ اسے بمشکل عینی اور امی، مامی کے ساتھ بیٹھے نظر آئے۔ وہ ان کے پاس گیا۔ مامی سے سلام دعا کرتے نظر کے سامنے — وہ آئی تھی۔ خوبصورت لباس میں، معصوم چہرے والی مانہ۔ "السلام علیکم۔" نظر ملنے پر اس نے سلام جھاڑ دیا۔

"وعلیکم السلام، یہ مانہ ہے۔ اتنی بڑی ہوگئی۔"

اس کے بے اختیار حیرت کے اظہار پر جہاں مانہ جھینپ گئی، وہیں عینی نے بے اختیار مسکراہٹ روکی تھی۔ اسے بے اختیار اپنے غلط ہونے کا احساس ہوا۔ ایک لڑکی کے بارے میں یوں تبصرہ کچھ معیوب لگا سو فوراً وضاحت کی۔

"جب میں گیا تھا، تب تو مٹی میں کھیلتی تھی بلکہ شاید کھاتی بھی تھی۔ اب تو بہت سمجھ دار لگ رہی ہے۔"

"تم بھی تو اتنے سال بعد آئے ہو۔ کالج جانے لگی ہے اب تو۔"

پھپھو کو بھتیجی پر پیار آیا۔ پھپھو کے ساتھ ہی پھپھو کے بیٹے نے بھی پیار بھری نظر سے دیکھا تھا۔ مانہ اس کے یوں نظر جما کر دیکھنے پر الجھتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر شازیہ کے ساتھ دلہن کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ ذہن میں بے اختیار ضیا بھائی کا خیال آیا تھا۔ وہ مہینہ بھر اسے کالج سے پک کرتا رہا تھا اگر آج کا واقعہ نکال دیا جاتا تو نہ ضیا نے کبھی یوں اسے دیکھا تھا...... نہ اکیلا پا کر بے تکلف ہونے کی کوشش کی تھی۔

اس کے ادھر ادھر ہوتے ہی راشد کو رنگ پھیکے پڑتے لگے تھے۔ وہ رخصت کی اجازت لے کر نکل آئے۔

"آپ ادھر ادھر رشتہ ڈھونڈ رہی ہیں تو ماموں سے مانہ کے لیے پوچھ لیں۔" واپسی میں ڈرائیونگ

https://pklibrary.com/

کرتے راشد نے سرسری انداز میں کہا تھا۔

''وہ سٹ ہو جائے گا، مجھے معلوم ہے، بھائی کبھی نہیں مانیں گے۔ ویسے بھی مانہ ابھی چھوٹی ہے، پڑھ رہی ہے۔ میں تو تمہارے لیے کوئی ڈاکٹر ٹرنکی ڈھونڈوں گی۔'' پھپھو نے فوری جواب دیتے اسے بہلانا چاہا۔

''نہیں امی، مجھے شادی کرنی ہے، ہسپتال نہیں کھولنا۔ آپ بات تو کریں ماموں سے، میں مانہ سے ہی شادی کروں گا۔'' اس کا سرسری لہجہ قطعی ہوا۔

''وہ نہ مانے تو.....'' بھائی کا لہجہ عینی کو ڈرا گیا۔ الفاظ اس کی زبان سے سرسراتے ہوئے پھسلے تھے۔

''تو ہم ان سے سارے تعلق ختم کر لیں گے۔ اگر کوئی رکھنا چاہے تو وہ مجھ سے تعلق توڑ لے۔'' راشد نے ایک نظر آئینے میں نظر آتے عینی کے خوف زدہ چہرے پر ڈالی اور کہتے ہوئے گاڑی کی رفتار بڑھا دی تھی۔

☆☆☆

پوری تقریب میں ضیا کی آنکھیں مانہ کو کھوجتی رہیں مگر وہ دانستہ اس سے احتراز کر رہی تھی۔ کوئی کام بھی ہوتا تو شازیہ کو باہر بھیج دیتی۔ نکاح کے بعد جب سب خواتین باہر آ گئیں تب وہ باہر آئی تھی۔ ضیا کے بے چین دل کو کچھ قرار آیا۔ وہ اسے مسلسل نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن گاہے بگاہے نگاہ بے اختیار اس طرف چلی جاتی۔ اپنی زبان کا پھسلنا اور مانہ کا گریز اسے محتاط رہنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ اسے گفتگو کا مرکز نہیں بلکہ زندگی کا محور بنانا چاہتا تھا۔ اپنی محبت کو اپنی عزت بنانا چاہتا تھا۔ مانہ نے اس کی بے اختیاری محسوس کی تھی۔ اس نے ضیا کا دیکھنا اور نظر موڑنا محسوس کیا تھا۔ ایک دم امنڈنے والی بدگمانی کم ہوئی تھی۔ وہ اس کی عزت کرتا تھا۔ وہ نظر جھکانا جانتا تھا۔

اسی رات ضیا نے امی سے اپنی پسند کے اظہار کے ساتھ رشتہ لے جانے کی بات کر دی تھی۔ وہ حیرت زدہ اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

''آپ نے خود ہی کہا تھا کہ آپ میری پسند پر راضی ہوں گی، چاہے وہ جو بھی ہو اور ان سے تو ہمارے کتنے پرانے تعلقات ہیں۔'' ضیا نے انہیں ماضی کی بات یاد دلائی۔

''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں بیٹا۔ نہ تمہارے پاپا کو ہوگا۔ مانہ اچھی بچی ہے۔ ہمارے سامنے پلی بڑھی ہے۔ لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ لوگ اتنے آرام سے مانیں۔ دوستی الگ چیز ہے مگر ان کے ہاں کاسٹ سے باہر رشتہ نہیں ہوتا۔'' انہوں نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

ضیا پریشان ہو اٹھا۔ جو کام وہ بہت آسان سمجھتا تھا۔ اس کی ابتدا ہی اس قدر مشکل تھی۔

''آپ بات تو کریں۔ آپ انہیں راضی کریں نا امی پلیز۔'' اس کے لہجے کی لجاجت، آنکھوں سے چھلکتا کھو دینے کا خوف اس کے جذبات کی شدت عیاں کر گیا تھا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے دل سے اس کے لیے دعا کی تھی۔

☆☆☆

خوشیوں کی عمر کم ہوتی ہے مگر اتنی کم ہوگی، کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ شازیہ مستقل رو رہی تھی۔ خالہ صبر کا پیکر بنی بیٹھی تھیں مگر آنسو بے آواز چہرے پر رواں تھے۔ زندگی ایسے پے در پے امتحانات میں گزری تھی کہ ہر حادثہ چھوٹا محسوس ہوتا لیکن یہ حادثہ ہرگز چھوٹا نہ تھا۔ ابھی فوزیہ کی شادی کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور خالو کی یوں اچانک وفات سب کو دکھی کر گئی۔ دل کا مسئلہ عرصے سے چل رہا تھا۔ ایک انجیو گرافی ہو چکی تھی، ڈاکٹرز سے رابطے میں بھی تھے مگر یوں اچانک دل بند ہو جائے گا، کس نے سوچا تھا۔ ہسپتال جانے کی نوبت آئی، نہ کسی مشکل میں ڈالا۔ بس خاموشی سے چل دیے۔

مانہ نے پہلی بار اپنی ملنسار سی خالہ کو ایسا غم زدہ دیکھا تھا۔ وہ تو ہر صورت حال میں مسکرا کر حل نکالتیں مگر اب بظاہر خود کو مضبوط بناتے وہ اندر سے ہی ٹوٹ گئی تھیں۔ ان کا بلڈ پریشر شوٹ کر رہا تھا۔ وہ نیم بے ہوشی میں بمشکل بیٹھی بیٹیوں کو ڈھارس دینا چاہ

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

رہی تھیں مگر ان کی حالت کسی سے چھپی نہ تھی۔ ان کا کون سا بڑا خاندان تھا جو تدفین کے لیے کسی کا انتظار کیا جاتا۔ دو دن لوگ آئے اور اب خالی گھر میں وہ ماں بیٹیاں خاموش بیٹھی تلاوت کر رہی تھیں۔ مانہ، امی کے ساتھ مستقل اس دن سے یہیں تھی۔ خالہ اب سنبھل گئی تھیں۔ انہوں نے بیٹیوں کو گھر جانے کا کہہ دیا۔

''امی میں آپ کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔ ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔'' فوزیہ کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

''جانا تو ہے بیٹا، پھر دن گننے کا فائدہ۔ تمہاری شادی ہو گئی ہے بیٹا، اپنے شوہر کے ساتھ خوش رہو۔ بس اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ یہاں رہ کر کیا کرو گی تم یا نازیہ۔ اپنا گھر، اپنے شوہر کا خیال رکھو۔ میں ٹھیک ہوں۔ میرا خیال رکھنے کو شازیہ ہے نا۔'' انہوں نے بیٹی کو متانت سے سمجھایا۔ حالات کی مار انسان کو حقیقت پسند بنا دیتی ہے۔ انہوں نے بہت کچھ سہا تھا۔ اب یہی دعا تھی کہ بیٹیاں اپنے گھر میں خوش رہیں۔

''تمہاری امی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ تم لوگ بے فکر ہو کر اپنے گھر جاؤ۔ میں عدت کی وجہ سے چپ ہوں۔ فہیم سے کہتی ہوں کسی مفتی صاحب سے پوچھ آئے، جیسے وہ کہیں۔ پھر میں ان دونوں کو اپنے گھر لے جاؤں گی۔'' امی نے بھی گفتگو میں حصہ لیتے انہیں تسلی دینا چاہی۔

''نہیں آپا، آپ کی مہربانی، میں یہیں رہوں گی۔ آپ نے ہمیشہ میرا بہت خیال رکھا ہے۔ بس اب جلدی سے شازیہ کا رشتہ ڈھونڈ دیں۔ تاکہ آخری فرض سے بھی فارغ ہوں۔ زندگی نے مہلت نہ دی تو میرے بعد شازیہ آپ کی ذمہ داری ہے۔'' خالہ نے دھیمے سے کہا تھا۔ امی تڑپ گئیں۔

''کیسی فضول باتیں کرتی ہو۔ اپنے ہاتھوں بچی کی شادی کرنا۔'' خالہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ صدمے سے عجیب مایوسی کا شکار ہو رہی تھیں۔ جینے کا کوئی مقصد یا خواہش باقی نہیں تھی۔ فضا میں غم رچا ہوا تھا۔

دکھ کتنا ہی ہو مگر زندگی کب رکتی ہے۔ پھپھو نے بھی تھوڑے دن انتظار کیا تھا، پھر وہ امی کو عینی کی شادی کا یاد کروا گئی تھیں۔ ساتھ ہی راشد کی شادی کا بھی عندیہ دیا۔ وہ مانہ کا رشتہ مانگ رہی تھیں۔

''مجھے ایسے ایک گھر میں دو رشتے پسند نہیں۔'' ابو نے فوراً ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

''خاندان میں تو رشتے ہو جاتے ہیں بھائی صاحب۔ کوئی نیا بندہ ہو تو آپ کہیں۔ مانہ میری بیٹی نہیں، بیٹی ہے۔ سینے سے لگا کر رکھوں گی۔'' پھپھو نے پورا زور لگایا۔ انہیں راشد نے سکھا کر بھیجا تھا۔ وہ ہر صورت مانہ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ پھپھو کے انداز پر ابو قائل تو نہ ہوئے مگر وقتی طور پر خاموش ہو گئے۔

''آپ نے صاف جواب کیوں نہیں دیا۔ مجھے وٹہ سٹہ نہیں کرنا ہے۔ آپ نے ضیا کا رشتہ تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ابھی مانہ کی شادی نہیں کرنی مگر انہیں انکار نہ کیا۔'' پھپھو کے جاتے ہی امی، ابو سے الجھی تھیں۔ مانہ نے چائے کے برتن سمیٹتے حیرت سے ان کی بات سنی۔ ضیاء کا رشتہ آیا، منع ہو گیا اور اسے پتا بھی نہیں چلا۔ ایسا کیسے ممکن ہے۔ دل نجانے کیوں ڈوب کر ابھرا تھا۔ اس کا دھیان سارا باہر سے آنے والی آوازوں پر لگا۔

''منع تو انہیں بھی نہیں کیا، وقت ہی لیا ہے۔ ضیا اچھا بچہ ہے مگر برائی کوئی راشد میں بھی نہیں۔ پھر خاندان کا ہی ہے۔'' ابو نے سبھاؤ سے کہا تھا۔

انہیں ضیا خود بہت پسند تھا۔ اسی لیے ایک دم منع نہیں کر سکے لیکن یہ بھی سچ تھا کہ اپنی ذات سے باہر رشتہ جوڑنا ان کی روایت نہیں تھا۔ مانہ کے ہاتھ سے شیشے کا پیالہ پھسل کر گرا اور زوردار آواز سے ٹوٹا۔ ایک چھناکا دل میں بھی ہوا تھا۔

''کیا ابو پھپھو کی بات ماننے والے ہیں۔'' امی بے اختیار اٹھ کر پریشان سی کچن تک آ گئیں۔ ''کیا ہوا، کیا ٹوٹا؟ لگا تو نہیں؟''

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

مانہ نے فرش سے کانچ چنتے خوف زدہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

''پھپھو کو منع کر دیں پلیز امی۔'' اس نے ملتجی لہجے میں مدھم آواز میں کہا تھا۔ امی نے گہری نظر سے اسے دیکھا اور کچھ کہے بنا واپس لاؤنج میں چلی گئیں۔

''راشد سے ہزار گنا اچھا ہے ضیا۔ کاروبار، تعلیم، مزاج ہر چیز میں بہتر ہے۔ ایسے کون سے ہیرے جڑے ہیں ہماری ذات میں کہ باہر رشتہ کرتے جھجک جائیں گے۔ ابھی لڑکی والے ہیں تو عینی کے ابا کا مزاج نہیں ملتا۔ لڑکے والے بن گئے تو اور آسمان پر چڑھیں گے۔'' امی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اب کی بار واشگاف الفاظ میں انکار کیا تھا۔ سدا بیٹے کا ساتھ دیا تھا۔ اب بیٹی کا عندیہ جان لیا تھا تو اسے کیوں اکیلا چھوڑتیں۔ ابو کسی سوچ میں گم تھے۔ جس طرح کے ان کے تعلقات تھے، وٹہ سٹہ تو وہ بھی نہیں چاہتے تھے۔

یہی انکار پھپھو کے گھر پہنچا تو نعیم کی شادی خطرے میں پڑنے لگی۔ پھپھو، پھوپھا کے لیے اکلوتے بیٹے سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا۔

''عینی! تم سمجھاتی کیوں نہیں ہو راشد کو۔'' نعیم فون پر عینی سے الجھ رہا تھا۔

''میں اپنے بھائی کو دکھی نہیں کر سکتی۔ کوئی غلط خواہش تو نہیں کر رہا۔ شادی تو کرنی ہے تم لوگوں نے مانہ کی، تم اسے کیوں نہیں سمجھاتے۔ بہنوں کے لیے تو بھائی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ کیسی بہن ہے تمہاری۔''

عینی نے اپنی جھنجلاہٹ نکالی۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ سب سمجھانے کی ناکام کوشش کر چکے تھے مگر راشد ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔

''مانہ کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ ابھی تو امی ہی نہیں مان رہیں۔ بات بھی ٹھیک ہے۔ ہمارے رشتے کا مانہ سے کیا تعلق، انتہائی گھٹیا حرکت ہے یہ۔'' نعیم نے ناگواری سے کہا۔

''مانہ کا واسطہ نہیں ہے تو ضیا کا رشتہ کیوں آیا ہے۔ ضیاء کی وجہ سے ہی امی منع کر رہی ہیں۔ ایسی بھی کیا طوفانی محبت کہ خاندان والوں کا لحاظ نہیں۔ تم مانہ سے بات کرو، وہ ضیا کے لیے منع کر دے۔ جب مانہ مان جائے گی، تو امی خود ہی مان جائیں گی۔''

عینی نے جل کر کہتے نعیم کو راہ سجھائی تھی۔ نعیم کو مشورہ پسند آیا تھا۔ بچپن کی منگنیاں ہوں یا شادی سے پہلے کی محبتیں، یوں ہی عقل پر پٹی باندھتی ہیں۔

☆☆☆

ضیا اندر ہی اندر بے چین تھا۔ کتنے ہی دن ہو گئے تھے اور کوئی بات واضح نہیں تھی۔ اس کا اضطراب ماں باپ سے چھپا ہوا نہیں تھا مگر کیا کرتے۔ اپنے طور پر رشتہ مانگ لیا تھا، اب اس صورتحال کا علم ہوا تو اصرار بھی کر لیا مگر زیادہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ مانہ اس تمام ہنگامے سے جان چھڑانے کے لیے خالہ کی طرف گئی ہوئی تھی۔ گھر کا عجیب ماحول تھا، بات اس کے ہی متعلق تھی مگر کوئی اس سے ڈسکس نہیں کرتا تھا۔ شادی ابھی اس کے پلانز میں شامل نہیں تھی مگر ایک بات طے تھی کہ وہ یوں زبردستی کے رشتے کے خلاف تھی۔ پھپھو کے گھر آدھا گھنٹہ نہیں گزرتا تھا کجا کہ پوری زندگی گزارنا۔ وہ وہاں شادی ہرگز نہیں چاہتی تھی۔

اسے فرار کی ضرورت تھی۔ خالہ کو اور شازیہ کو اس وقت کسی کے ساتھ کی ضرورت تھی۔ ان دونوں نے وہیں سے کالج جانا شروع کر دیا تھا۔ نعیم نے وہیں جا کر مانہ کو سمجھانا چاہا۔

''دیکھو، راشد اچھا لڑکا ہے۔ امی تم سے پوچھیں گی تو تم انکار مت کرنا۔''

''مجھ سے تو کسی نے نہیں پوچھا بھائی۔'' اس نے سادگی سے جواب دیا۔

''میں امی کو کہوں گا نا، بس تم میرا ساتھ دے دو۔ تمہیں پتا ہے ضیا کے رشتے کا۔'' وہ بہن سے ضیا کے بارے میں رائے پوچھتے پوچھتے رک کر بات بدل گیا۔

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

''نہیں۔'' مانہ نے نگاہیں چرالی تھیں۔ بھائی پوچھنے نہیں آیا تھا جو دل کی بات بتاتی۔ وہ اپنی سنانے آیا تھا۔ فہیم نے اس کا آنکھیں چرانا نہیں دیکھا تھا، وہ اس کے جواب سے مطمئن ہو گیا۔ اگر مانہ کو کسی بات کا علم ہے نہ دلچسپی، تو وہ ہی کو ہر مقصود پا لے۔

اگلے مرحلے میں اس نے امی ابو کو راضی کرنے کی کوشش کی مگر ہمیشہ کی نرم خو امی اس معاملے میں ضد پر اڑی تھیں۔ دو بچے تھے، دونوں کی خوشی دل سے عزیز تھی۔ فہیم نے زیادہ کچھ کہنا چاہا تو انہیں غصہ آ گیا۔ انہوں نے ابو کو طنزیہ انداز میں مخاطب کیا تھا۔

''آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ ابھی سے ''اس'' کے لیے بہن کو قربان کرنے کو تیار ہے تو بعد میں کیا ہو گا۔ اللہ جانے کس پر گیا ہے، آپ نے تو سدا ماں، بہن کی سنی ہے۔'' آخری الفاظ بڑبڑاہٹ کی طرح ادا ہوئے تھے۔ ابو کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھری تھی۔ ساری زندگی ان کے ہر فیصلے پر سر خم کرنے والی بیوی اپنی بیٹی کے لیے روایتی بیوی کا روپ دھار چکی تھی۔ انہیں خود بھی بیٹی بہت عزیز تھی، اس لیے وہ بیوی کے فیصلے سے مکمل متفق تھے۔ ان کی مسکراہٹ سے قطع نظر فہیم جھنجلا گیا تھا۔

''کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ امی۔ مانہ میری بہن ہے، اس کے ساتھ میں کچھ برا کر سکتا ہوں۔ اچھا کھاتا کماتا رشتہ ہے، اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ماننے میں کیا حرج ہے۔''

''کھاتا، کماتا تو ضیا بھی ہے بلکہ اس سے زیادہ سیٹ ہے۔ تمہارا بچپن کا دوست ہے۔'' امی نے اسے گھورا۔

''راشد خاندان کا ہے۔ اپنا مارے بھی تو چھاؤں میں ڈالتا ہے امی۔''

فہیم نے پرانی دلیل کا سہارا لینا چاہا۔

''آج وہ غیر ہو گیا اور جب وہ مانہ کو کالج سے لاتا تھا تب؟ میرا دماغ خراب مت کرو فہیم۔ میں ضیا کے لیے ہاں کر چکی ہوں۔ مٹھائی دے آنا اپنی پیاری پھپھو کو۔'' انہوں نے بات ختم کی۔ فہیم بے بسی سے وہاں سے اٹھ آیا۔ ایک موہوم سی امید باقی تھی شاید مانہ منع کرے یا پھپھو لوگ ہی مان جائیں۔ مگر مانہ کی منگنی کی مٹھائی خاندان بھر میں بھجوا دی گئی۔

پھپھو کے گھر فہیم خود گیا، سوچا تو یہ تھا کہ پھپھو کو دادی کی خواہش کا حوالہ دے کر قائل کرے گا مگر ان کی طنزیہ باتوں نے اس کے اندر آگ بھر دی تھی۔ فوراً ہی پھپھو کے گھر سے عینی کو تحائف میں دیا سامان واپس آ گیا۔ انہوں نے اگلے ہی ماہ عینی کی شادی اس کے چچا کے بیٹے سے طے کر دی تھی۔ عینی سے بات کرنے کی کوشش کی مگر اس نے رکا سا جواب دے دیا۔ جاتے جاتے اس کے جملوں نے فہیم کا دل جلا دیا تھا۔ عینی اپنے بھائی کو منگیتر پر فوقیت دے رہی تھی اور مانہ نے بھائی کے بجائے ضیا کا انتخاب کیا دکھ سے زیادہ ایک غصے کی لہر فہیم کے اندر سے ابھری تھی۔ وہ مانہ کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اسے سب پر غصہ تھا۔ وہ عینی سے خفا تھا۔ وہ گھر بھر سے ناراض تھا۔ حتیٰ کہ اسے ضیا پر بھی غصہ تھا۔ وہ بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی ناراضی اور حالات دیکھ کر امی نے آنٹی کا فوری شادی کا مطالبہ مان لیا تھا۔ شادی ہو جاتی تو سب کی خفگیاں ماند پڑ جاتیں۔ انہیں اندازہ نہ تھا کہ ان کا غصیلا اور جذباتی بیٹا کیا ٹھانے بیٹھا ہے۔

☆☆☆

کہاں گھر میں فہیم کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور کہاں فوری طور پر مانہ کی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی۔ خالہ اور شازیہ کو امی اپنے گھر ہی لے آئی تھیں۔ عینی کی شادی کا سب سے پہلا کارڈ ان کے گھر آیا تھا۔ فہیم نے غصے سے کارڈ کے ٹکڑے کر دیے اور اپنی انا کی بلندی کے لیے عینی کی شادی سے پہلے خود شادی کا فیصلہ کیا تھا۔ اس نے خود کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا بلکہ اپنے غصے کو اندر ہی اندر دبا کر آتش فشاں بنا دیا۔

امی سمجھیں کہ شاید سب ٹھیک ہو گیا۔ انہوں

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

نے خوشی خوشی مانہ کے ساتھ اس کی اور شازیہ کی شادی بھی کردی، شازیہ کے ساتھ اس کا رویہ بہت لیا دیا تھا مگر پھر بھی وہ لوگ مطمئن تھے کہ رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ ان کی خوشی اس وقت خاک میں مل گئی جب اس کی خاموشی ٹوٹی تھی۔ وہ کسی سے پہلے کی طرح نہیں ملتا تھا مگر بدتمیزی بھی نہ کی تھی۔ یہ ان کی شادیوں کے کچھ عرصے بعد کی بات ہے، جب ایک دن چھوٹی سی بات پر وہ غصے میں مانہ اور ضیا پر چلایا تھا۔

''تم دونوں نے میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ دھول جھونکی ہے ہماری آنکھوں میں۔ مت آیا کرو میرے سامنے۔''

ابو گھر میں موجود نہیں تھے۔ شازیہ کو نہیم نے وہ مقام نہیں دیا تھا کہ وہ کچھ کہتی اور امی نے دوسرے کمرے میں اس کی بلند آواز سنی تو سینے پر ہاتھ رکھے جہاں کی تہاں بیٹھ گئیں۔

''بس کردو نہیم، بہت برداشت کرلیا میں نے۔ میری بیوی پر الزام لگانے کی ضرورت نہیں۔ کیا کیا ہے ہم نے؟ چھپ چھپ کر ملتے نہیں تھے۔ عزت سے رشتہ بھیج کر شادی کی ہے میں نے۔'' ضیا غرایا تھا۔ مانہ صدمے سے سفید چہرہ لیے کھڑی تھی۔ اسے معلوم ہوتا کہ حالات اس نہج پر آئیں گے تو وہ کبھی اس شادی کے لیے ہامی نہ بھرتی۔

''اتنے ہی تم لوگ معصوم ہوتے تو یہ شادی نہ ہوتی۔ مانہ نے راشد کو نہیں مجھے چھوڑ کر تمہارا انتخاب کیا ہے۔'' وہ زہریلی ہنسی ہنسا تھا۔ اپنی بہن پر یوں تبصرے کرتے اس کی زبان بھی نہ لڑکھڑائی۔ اس کی بدلحاظی پر شازیہ سارا خوف بھول گئی۔

''خود شادی نہیں کی بلکہ خالہ نے دواع کیا ہے اسے، آپ بھی تو عینی کے لیے مر رہے ہیں اب تک۔ جب آپ پسند کی شادی کرسکتے ہیں تو مانہ کیوں نہیں۔''

اس نے آگے بڑھ کر لڑکھڑا کر صوفے پر بیٹھتی مانہ کو سنبھالتے ہوئے اسے آئینہ دکھانا چاہا مگر نہیم اسے اپنی بات پر مہر سمجھا تھا۔

''تو ماننے کی ہمت رکھیں نا کہ ان کے عشق نے میری نیا ڈبوئی ہے۔''

اس کی بات پر ضیاء کے لیے خود پر قابو پانا مشکل ہوگیا۔ مانہ کیسی تھی، اس کا کردار کیا تھا، وہ اچھی طرح جانتا تھا۔

''شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ۔'' ضیا مانہ کا ہاتھ پکڑ کر اس دن گھر سے نکلا تو دوبارہ نہ آیا۔ مانہ امید سے تھی، یہاں مسلسل ٹینشن میں رہنا اس کی صحت کے لیے نقصان دہ تھا۔ گھر جا کر بھی وہ مستقل روتی رہی۔ دونوں گھروں کی درمیانی دیوار کو تکتے اسے کیا کچھ نہ یاد آتا۔ اس کا ابارشن ہوگیا تھا مستقل اس ماحول میں رہ کر ڈپریشن میں جارہی تھی۔ ضیا کو ماحول بدلنے کے لیے اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو کاروبار سمیٹ کر وہ لوگ لاہور شفٹ ہوگئے تھے۔ امی ابو کا مانہ سے تھوڑا رابطہ تھا مگر شازیہ کو نہیم نے سختی سے منع کیا تھا۔ سب نے یہی سوچا کہ تمام واقعات اتنے بے درے ہوئے ہیں تو نہیم کو سنبھلنے کا وقت دینا چاہیے۔ مسلسل سمجھانا یا زور دینا مناسب نہیں۔ کچھ عرصے بعد سب ٹھیک ہوجائے گا۔ مگر حالات ٹھیک ہونے کے بجائے مزید بگڑ گئے۔

پھپھو نے آبائی گھر میں سے اپنا حصہ مانگ لیا تھا۔ پھپھو کے حصے کی رقم کا اندازہ لگا کر ابو آدھا پہلے ہی ادا کرچکے تھے مگر انہیں تکلیف دینے کے لیے پھپھا نے وہ رقم از خود قرض قرار دے دی اور مکان کی موجودہ مالیت کے حساب سے تمام رقم یک مشت ادا کرنے کا تقاضا کردیا۔ ابو کو گھر بیچنا پڑ گیا۔ وہ لوگ کرائے پر چلے گئے۔ گھر بکا تو امی، ابو مانہ کو اس کا حصہ خود دینے آئے تھے۔ اب وہ کسی کا حق اپنے سر پر نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد انہیں حج پر جانا تھا۔ وہ آخری بار تھا جب مانہ اپنے والدین سے ملی۔ حج کے دوران ہی بھگدڑ میں امی، ابو کا انتقال ہوگیا اور وہ وہیں دفنا دیے گئے۔ مانہ تک یہ اطلاع بھی دیر میں پہنچی تھی۔ نہیم بھائی کے نئے گھر کا اسے معلوم تھا نہ

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

وہ اس کا گھر جانتے تھے۔ یہ رابطے ٹوٹے تو پھر جڑ نہ سکے۔

گزرتے وقت میں بے تحاشہ خوشیاں اور محبت سمیٹنے کے باوجود بھائی کا خیال مانہ کے دل سے محو نہیں ہوا۔ یہ سوچ کہ وہ اس وقت بھائی کی بات مان لیتی تو آج یہ دوری نہ ہوتی، اسے تاسف میں مبتلا کرتی تو کبھی اپنے ناشکرے پن کا احساس ہونے پر اللہ سے معافی مانگتی۔ وہ خوش تھی، اس کی زندگی میں سب کچھ تھا سوائے میکے کی اپنائیت اور ساتھ کے۔ اتنے برس بعد دوبارہ اس شہر میں سکونت اختیار کرنے کی ضد بھی مانہ کی تھی۔ جلاوطن کیے گئے رومانہ اور ضیا کا بیٹا اسامہ یوں فہیم بھائی کی بیٹی کو پسند کرلے گا، یہ تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

☆☆☆

پوری رات ماضی کی وادیوں میں گھومتے کب شازیہ کی آنکھ لگی، اسے پتا نہیں چلا۔ اسے فہیم نے مسجد سے آکر جگایا۔ نماز کا وقت تنگ پڑ رہا تھا۔ وہ جلدی سے وضو کرنے چلی گئی۔ فہیم باہر نکل چکا تھا۔ نماز کے بعد دعا مانگتے ہوئے شازیہ بارگاہ الٰہی میں رو پڑی تھی۔

خالہ نے شازیہ کے اکیلے رہ جانے کے ڈر سے بہت عجلت میں اس کی شادی کردی تھی۔ شادی کے بعد شروع کا عرصہ بہت مشکل تھا۔ فہیم نے اسے صاف کہہ دیا تھا کہ اب وہ اس کی بیوی ہے، اس لیے اس کی مرضی کے مطابق چلے اور مانہ کو مکمل بھول جائے۔ شازیہ اس کے سامنے کچھ نہ کہتی مگر سارا دن خالہ کے منہ سے مانہ کی باتیں سن سن کر وہ اسے کیسے بھول سکتی تھی۔ وہ دونوں بچپن سے ساتھ تھیں۔ ہمدم و ہمراز تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ مانہ نے ایسا کچھ نہیں کیا جو فہیم کی غیرت پر تازیانہ بنتا۔ فہیم کی جذباتیت اور رشتے کی نزاکت اسے کچھ کہنے نہیں دیتی مگر اندر ہی اندر بہت کچھ پکتا رہتا۔ کچھ عرصے بعد سب نارمل ہونے لگا تھا۔ ان کے رشتے میں بے تکلفی اور محبت پیدا ہونے لگی تھی۔

خالہ کے انتقال کے موقع پر شازیہ نے ڈرتے ڈرتے اسے مانہ سے رابطے کا مشورہ دیا تھا، جس کے جواب میں اس نے پتا معلوم نہ ہونے کا کہہ کر بات ختم کردی۔ اب وہ مانہ کے نام پر بھڑکتا نہیں تھا مگر وہ اس کے بارے میں بات بھی نہیں کرتا تھا۔ فی الوقت شازیہ کے لیے یہی کافی تھا۔ وہ جانتی تھی کہ فہیم حد درجے جذباتی اور شدت پسند تھا۔ خاندان کی بات تھی، رشتہ ٹوٹنے کے بعد پھپھو یا عینی ہر جگہ طنزیہ انداز میں مانہ پر جملے کستیں۔ یہ آگ ان ہی جملوں کا ردعمل تھی، جو بہت کچھ خاکستر کرگئی تھی، اب اس کی راکھ کریدنے سے کچھ ہاتھ نہیں آنے والا تھا۔ فہیم نے بعد میں مانہ کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی تو شازیہ کو منع بھی نہیں کیا جو اپنے بچوں کو مانہ پھپھو کی تصاویر دکھا کر متعارف کرواتی۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ وہ بیوی کو تو منع کرسکتا تھا مگر باقی سب اس کے حکم کے پابند نہ تھے۔ ملنے جلنے والوں میں کوئی نہ کوئی مانہ کا پوچھ ہی لیتا۔ شازیہ لاکھ اس کے دوسرے شہر میں ہونے کا بہانا کر کے بات ختم کرنا چاہتی مگر لوگوں کو زخم کریدے بنا چین نہ آتا۔

اسجد کے بعد جب میزاب پیدا ہوئی تو شازیہ کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ میزاب ہو بہو مانہ کی شکل لائی تھی۔ فہیم بیٹی کی پیدائش پر بہت خوش تھا۔ وہ کسی قسم کی صنفی تفریق کے بنا بچوں کو برابر پیار اور توجہ دیتا، بیٹی کے لاڈ اٹھاتا، ہر قسم کی آزادی تھی اور شازیہ یہی سوچتی کہ اتنے لاڈ پیار کے بعد آخر میں وہ بیٹی کی زندگی کا فیصلہ کرتے ہوئے روایتی باپ بن جائے گا۔ اسجد کی منگنی نہ کرنے کے پیچھے بھی یہی خوف چھپا ہوا تھا۔ وہ طویل عرصے تک رشتے رکھنے کے حق میں نہیں تھی۔ کیوں کہ ان کے ٹوٹنے والے خوابوں کی کرچیاں وجود سے نکالنا آسان نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی کانچ اندر گڑا رہ ہی جاتا ہے۔

مانہ، اس کی بہترین دوست تھی، وہ جانتی تھی کہ اس کا خیال سے کوئی لمبا چوڑا افیئر نہ تھا۔ بس پسندیدگی پیدا ہوئی جو فوراً جائز رشتے میں بدل گئی۔ بہن کی

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

پسند پر طوفان اٹھانے والا، بیٹے کی پسند کی شادی کے لیے راہ ہموار کرنے والا بیٹی کے معاملے میں کیسا ردعمل دے گا۔ وہ انجان اور خوف زدہ تھی۔ اس سے بڑا جھٹکا اسے تب لگا، جب اسجد نے اسے بتایا۔

''اسامہ کی والدہ مانہ پھپھو ہیں، وہ گھر آنا چاہتی ہیں، ملنا چاہتی ہیں مگر انہوں نے صاف کہا ہے کہ وہ بابا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کریں گی۔ چاہے انہیں اسامہ کو منع کرنا پڑے۔''

فہیم کی بیٹی کی پسند کی شادی، وہ بھی رومانہ ضیا کے بیٹے سے۔

شازیہ ڈھے گئی تھی۔ غصہ حرام ہے، غصے اور تکبر سے بولے فہیم کے الفاظ واپس ان کے منہ پر لگے تھے۔ میزاب کی پیدائش پر جو دھڑکا دل کو لاحق ہوا تھا، وہ عجیب صورت حال میں سامنے آیا تھا۔ اس نے بیٹے کو سب بتا دیا تھا۔ اسجد نے ماں کو تسلی دی تھی۔ وہ ٹھنڈے دل سے اس مسئلے کو حل کرنا چاہتا تھا۔ اسے بہن بہت عزیز تھی۔ ماضی میں جو غلطی بابا نے کی تھی، وہ اسے دہرانا نہیں چاہتا تھا۔ میزاب کا مضطرب اور سہما ہوا انداز اس کے دل پر اثر کر رہا تھا۔ کسی قسم کی بدمزگی کے خوف سے اس نے ماں کو اس معاملے سے الگ رہنے کا کہہ کر خود بابا سے بات کی تھی۔ پھر فہیم نے میزاب کو بلوایا تھا۔ اب آگے کیا ہونا تھا۔ اللہ جانتا تھا۔

☆☆☆

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے مما۔'' مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ اسامہ ان کے ساتھ مصروف تھا۔ میزاب کو مما پاپا سے ملوانے، اس کی فیملی سے تعارف حاصل کرنے کے لیے ہی مدعو کیا تھا سو اسے مما کے پاس بٹھا کر وہ انتظامات دیکھ رہا تھا۔ اس طرف آیا تو نگاہ بے اختیار اس کونے کی طرف اٹھی۔ وہاں ماں کو اکیلا نڈھال سا بیٹھا دیکھ تیزی سے ان تک آیا۔

''سر شدید درد کر رہا ہے۔'' وہ اپنی کنپٹیوں کو ہاتھ سے دبا رہی تھیں۔ اسامہ پریشان ہوا تھا۔ انہیں مائیگرین کا مسئلہ تھا، درد شدید ہو جاتا تو دنوں طبیعت ٹھیک نہ ہوتی۔

کامل خوشی یا اطمینان کسی کو نہیں ملتا۔ کہیں نہ کہیں کوئی خلش، کوئی کمی سب کی زندگی میں ہوتی ہے۔ آنسوؤں سے نم، دل کا کوئی اندھیرا کونا جو چمکتے چہروں اور کھلتی مسکراہٹوں کے پیچھے لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ محبتوں کے سائے میں پلتی مانہ، کو رومانہ ضیا بن کر بہت سی خوشیوں کے ساتھ یہ سر درد کا تحفہ ملا تھا۔ ضیا کی بے تحاشا محبت بھی زندگی کو مکمل نہیں کر سکی تھی۔

''آپ اندر چلیں۔ ڈریسنگ روم میں تھوڑی دیر آرام کر لیں۔'' اس نے حل نکالنا چاہا۔

''مناسب نہیں ہے۔ سب مہمانوں سے مل لوں۔ تم بس مجھے دوا لا دو۔'' انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

''آپ اٹھیں مما۔ مل لیجیے گا سب سے۔ ابھی تو مہمان جمع ہو رہے ہیں۔'' انہیں تسلی دیتے وہ کونے میں بنے چھوٹے سے کمرے تک لایا تھا۔ انہیں بٹھا کر دوا کی تلاش میں نکلا۔ راستے میں پاپا کو مما کی طبیعت کی خرابی سے آگاہ کیا تو وہ بے چین ہو گئے۔ پانی کے گلاس کے ساتھ وہ جب تک دوا لایا، رومانہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھیں۔ اسامہ کے ساتھ ہی ضیا بھی چلے آئے تھے۔

''کیا ہوا بھئی۔ بی پی تو شوٹ نہیں کر رہا۔ ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔'' حد درجہ تفکر سے کہتے وہ اندر آئے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں۔ آپ دونوں پریشان مت ہوں۔ بس ویسے ہی ذرا سر درد کر رہا تھا۔'' انہوں نے مسکرا کر تسلی دی۔ اسامہ ان کے پاس بیٹھ کر انہیں دوا کھلانے لگا۔

''مجھے تو اسامہ بتا رہا تھا کہ وہ میزاب کو آپ کے پاس چھوڑ کر آیا ہے۔ پسند نہیں آئی کیا، جو اسے دیکھ کر سر پکڑ لیا۔ کہاں ہے وہ؟''

ضیا نے شگفتگی سے کہتے ہوئے استفسار کیا۔ ان

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

کی استقبالیہ پر اسجد اور میزاب سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ ان کی بات پر رومانہ بے اختیار بولیں۔

"پسند کیسے نہیں آئے گی۔ اس سے اچھی لڑکی دنیا میں ہو ہی نہیں سکتی۔" ان کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا۔ وہ اس وقت متضاد کیفیات کا شکار ہو رہی تھیں۔ ماضی اور مستقبل کے تانے بانے یوں الجھ رہے تھے کہ خوشی اور غم جدا نہیں ہو پا رہے تھے۔

"آپ طبیعت ٹھیک کریں، باہر آئیں۔ ملتے ہیں اس اچھی لڑکی سے بھی پھر جلدی سے تقریب ختم کر دیں گے۔" ضیا خوش گوار لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ وہ واپس چلے گئے۔ شاید کوئی ایمرجنسی تھی۔" رومانہ نے دھیرے سے کہا تھا۔ دوبارہ سر پر بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔

"لیکن مجھ سے مل کر تو نہیں گئے۔" اسامہ بے اختیار بولا۔ ضیا کے چہرے پر بھی اچنبھا تھا۔

"جلدی میں ہوں گے نا۔ چھوڑو انہیں، پہلے باہر بیٹھے مہمانوں کو نمٹا لیں۔" وہ بات پلٹتے ہوئے عجلت میں کھڑی ہو گئیں۔ ضیا نے اسامہ کو اشارے سے مزید کچھ کہنے سے منع کر دیا۔ وہ جان گئے تھے کہ رومانہ اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتیں۔ تقریب تو بہر طور گزر گئی مگر گھر پہنچتے پہنچتے مزید ضبط رومانہ کے لیے ممکن نہیں رہا۔

"آپ کو معلوم ہے میزاب کون ہے۔" ضیا لباس تبدیل کر کے سکون سے بیٹھے ہی تھے کہ رومانہ بول اٹھیں۔

"کون ہے میزاب؟" انہوں نے متانت سے پوچھا تھا۔ جانتے تھے کہ کچھ ایسا ضرور ہے جو وہ شیئر کرنا چاہ رہی ہیں۔

"وہ فہیم بھائی کی بیٹی ہے۔ میری بھتیجی ہے میزاب اور اسجد وہ تو بتا رہا تھا فہیم بھائی ہے، آپ دیکھتے تو فوراً پہچان لیتے۔"

وہ جوش سے بتا رہی تھیں۔

"گڈ" اس قدر غیر متوقع بات نے ضیا کو مزید کچھ کہنے نہیں دیا تھا۔ ذہن میں بہت کچھ چلنے لگا تھا۔ اسامہ، میزاب کو پسند کرتا تھا لیکن اب کیا میزاب کے گھر والے اسامہ کو قبول کریں گے۔ ان کے ماتھے پر شکنیں بچھ گئیں۔

"ہم ان کے گھر جائیں گے نا ضیا؟ میں نے انہیں کہہ دیا کہ ہم فہیم بھائی کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کریں گے۔ میں اب انہیں مزید دکھ نہیں دینا چاہتی۔" آس بھرے لہجے میں سوال کرتے ہوئے رومانہ کہہ رہی تھیں۔

"اور اسامہ کو؟" ضیا کے جملے میں پنہاں سوال رومانہ کو تڑپا گیا۔ "اسامہ میرا بیٹا ہے۔ میں اسے سمجھا لوں گی۔ فہیم بھائی اس رشتے پر مانیں یا نہ مانیں لیکن ہم ان سے تعلقات بحال ضرور کریں گے۔ میں اب مزید تنہا نہیں رہ سکتی۔" ان کا لہجہ یقین بھرا اور مضبوط تھا۔

"تنہا؟ تو میں کہاں ہوں۔ تم بھول گئی ہو جو فہیم نے کہا تھا۔ تم سدا بھائی کی یاد میں تڑپتی رہیں۔ میری محبت تمہارے لیے کافی نہیں ہے مانہ۔" ضیا کے دل پر چوٹ لگی تھی۔ تو اندر دبے سوال زبان پر لے آئے۔

"ایسا ہرگز نہیں ہے۔ آپ کی محبت، آپ کا ساتھ میرا اثاثہ ہے مگر ہر رشتے کی الگ جگہ ہوتی ہے۔ آپ فہیم بھائی کی جگہ لے سکتے ہیں نہ وہ آپ کی۔ انہوں نے مجھے جو کچھ بھی کہا۔ میں سب بھول گئی ہوں۔ مجھے صرف ان کا لاڈ پیار یاد ہے۔"

رومانہ ان کے خدشات کی تردید کرتے ہوئے مان بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"تم ایمانداری سے بتاؤ، کیا واقعی میں نے اسے دھوکا دیا تھا۔ دوست کی بہن کے لیے رشتہ بھیجنا غلط ہوتا ہے؟ میں نے بہت صاف زندگی گزاری ہے۔ جب تم میرے دل کو اچھی لگنے لگیں تب بھی حتی المقدور خیال رکھا کہ بے اختیاری میں کوئی عامیانہ حرکت نہ سرزد ہو۔ ہمارے فیملی ٹرمز تھے۔ سب مجھ پر اعتبار کرتے تھے۔ میں تمہیں کالج سے گھر تک

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

چھوڑتا رہا مگر کبھی کوئی غلط نگاہ نہ ڈالی اور....." دکھ سے کہتے کہتے ضیا جیسے تھک کر رک گئے۔ رومانہ کا بھائی تھا تو ان کا بھی بچپن کا دوست تھا۔ خونی رشتے رگوں میں بہتے ہیں تو دوست دل میں رہتے ہیں۔ دل میں رہنے والے تیر چلائیں تو زخم گہرا بنتا ہے۔ وہ کچھ نہیں بھولے تھے۔ زخم پر سے کھرنڈ اترا تو ٹیسیں دوبارہ شروع ہو گئی۔ رومانہ نے تاسف سے انہیں دیکھا پھر ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگی۔

"آپ کی کوئی غلطی نہیں۔ غلطی شاید بھائی کی بھی نہیں ہے۔ وہ حالات ہی ایسے تھے۔ اس وقت یہ سب کچھ ایسے ہی ہونا تھا۔ قسمت سے کون لڑ سکتا ہے۔ آپ کی نیت صاف تھی تو اب دل بھی صاف کر لیں۔"

بہن کی محبت بھائی کے لیے ہمیشہ جانبدار ہوتی ہے۔ رشتوں کے معاملے میں، محبت میں ایماندار ہونا یا انصاف کرنا آسان نہیں ہوتا۔ وہ بھی اپنے بھائی کو بہت خوش اسلوبی سے ہر الزام سے بری الذمہ کر چکی تھیں۔ گزرے وقت میں وہ بہت رو چکی تھیں، اب گزرے وقت پر رونا نہیں چاہتی تھیں۔ ضیا ان کے چہرے پر لرزتے امید و بیم کے سایوں کو دیکھتے کھل کر مسکرا دیے تھے۔ ان کی زندگی میں بیوی اور بیٹے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ان کی خوشی کیسے متاثر کرتے۔ اتنے سالوں کی محبت جو سکون رومانہ کو نہ دے سکی وہ ایک مسکراہٹ دے گئی۔ تلخ یادوں کو بھولنے میں ہی بھلائی تھی۔

☆☆☆

جائے نماز پر بہت دیر رونے کے بعد ان کا دل ہلکا ہو گیا تو وہ اٹھ کر باورچی خانے میں چلی آئی۔ رات بھر جاگنے اور رونے کی وجہ سے سر بھاری ہو رہا تھا۔ فہیم کوئی کتاب کھولے بیٹھے تھے۔ چائے کے دو کپ بنا کر وہ ٹرے لیے ان کے پاس ہی آ بیٹھیں۔ چند لمحے خاموشی سے گزرے تھے، پھر فہیم نے اپنا مگ اٹھاتے ہوئے انہیں مخاطب کیا تھا۔

"کسی دن مانہ کو کھانے پر بلا لو۔"

انہوں نے عام سے انداز میں کہنا چاہا تھا، جیسے یہ برسوں کی روٹین ہو لیکن لہجے میں پوشیدہ جھجک شازیہ سے چھپی نہ رہ سکی۔

"مانہ تو خوشی سے آئے گی مگر ضیاء بھائی ناراض ہو کر گئے تھے۔ بہتر ہو گا کہ پہلے آپ خود ان سے بات کر لیتے۔ غلط فہمیاں دور ہو جاتیں تو بہتر ہوتا۔" ماضی کے تلخ حقائق انہیں یاد تھے۔ اسی لیے صائب مشورہ دینا چاہا۔ بچوں کے سامنے دوبارہ کوئی تماشا کرنا اسے مقصود نہ تھا۔ فہیم نے گہری سانس لی تھی۔

"میں بات کر لوں گا۔" فہیم نے کہا۔ پھر رک کر دوبارہ سوچ سوچ کر بولتے گئے۔

"مانہ میری بہن ہے، بہت لاڈ اٹھائے تھے اس کے، ذرا سی تکلیف پر تڑپ جاتا تھا۔ ضیا بھی میری جان تھا۔ بہت اچھا وقت ساتھ گزارا ہے ہم نے۔ تب جانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ محبت سے زیادہ ٹھکرائے جانے کا دکھ تھا، اپنی ذات کی بے توقیری تھی، جو مجھے مشتعل کر رہی تھی۔ میری آنکھوں پر شکست، نارسائی یا احساس توہین کی کون سی پٹی بندھی تھی کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ کچھ عرصے بعد ہی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا مگر میری انا مجھے غلطی تسلیم کرنے کا حوصلہ نہیں دے رہی تھی۔ اس وقت مجھے امی، ابو اپنے دشمن لگے تھے جو مجھ سے زیادہ مانہ کے لیے سوچ رہے تھے، اب میزاب کو دیکھتا ہوں، اس کے لیے سب بہترین چاہتا ہوں تو سوچتا ہوں، امی نے ٹھیک فیصلہ کیا۔ مانہ کے لیے ضیا سے بہتر شریک حیات کوئی نہ ہوتا۔"

آہستہ آہستہ بولتے وہ شازیہ کو دیکھ کر رکے اور قدرے مسکرائے۔ "اور میرے لیے تم اللہ کا انعام ہو۔ مجھے تم سب کی محبتوں پر یقین ہے۔ ہم اب دوبارہ سے ٹوٹی کہانی کے سرے وہیں سے جوڑیں گے۔ ہم میزاب کی خوشیوں کو ادھورا نہیں چھوڑیں گے۔" شازیہ کا دل لمحہ بھر کو رکا تھا۔ عمر بھر کی تپسیا تھی۔ جو بار آور ہوئی تھی۔ بہن کی محبت نے زور مارا تھا یا بیٹی عزیز تھی۔ سبب جو بھی تھا، نتیجہ بہت اچھا تھا۔ بیٹے

https://pklibrary.com/

https://pklibrary.com/

کا ساتھ دینے والا باپ، آج بیٹی کی دلی خواہش کے لیے اپنی انا قربان کرنے جا رہا تھا۔ بہنوں اور بیٹیوں سے محبت کے بدلے قربانی مانگنے کی رسم ان کے گھر میں ختم ہو رہی تھی۔

☆☆☆

اس سے پہلے کہ اسامہ ماں سے سوالات کر کے پریشان کرتا، ضیا نے اسے ساری تفصیل بتا دی تھی۔ میزاب اس کے ماموں کی بیٹی ہے، یہ جان کر اسے حیرت ہوئی تھی تو پاپا کی بات اسے سوچنے پر مجبور کر گئی۔ پاپا چاہتے تھے کہ وہ چند دن مما کو میزاب کے گھر جانے سے روک کر رکھے۔ مما جیسے بے قرار ہو کر اگلے ہی دن وہاں جانا چاہتی تھیں، یہ ایکسائٹمنٹ نہ ان کی صحت کے لیے بہتر تھی، نہ اس رشتے کے لیے۔ اسامہ سارا دن مما سے پرانی باتیں سنتا اور میزاب کا ایڈریس نہ ہونے کا بہانہ کرتا۔ چند دن گزرے تو اپنے من پسند خوابوں میں خوش رومانہ میزاب کے مستقل یونیورسٹی نہ آنے کا سن کر پریشان ہو گئی تھیں۔ دل میں عجیب خیال آتے، شاید نعیم بھائی نے میزاب کے یونیورسٹی آنے پر پابندی لگا دی ہو۔ ان کا دل واہموں سے لرزتا۔ اس سے پہلے کہ رومانہ کچھ کرتیں، ایک دن نعیم بھائی خود چلے آئے۔ اسامہ اس وقت گھر پر موجود نہیں تھا۔ ضیا نے نعیم کو اتنے سالوں بعد سامنے دیکھا تو خاموش کھڑے رہ گئے۔ نعیم آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا۔

"ناراض ہے تو۔" گرمجوش معانقے کے ساتھ بے تکلفی کی حدت نے دل پر جمی خفگی اور سرد مہری کی برف لمحوں میں پگھلائی تھی۔ ضیا نے انہیں خود میں زور سے بھینچا تھا۔ معذرت کے سارے لفظ دہلیز سے باہر رہ گئے اور اندر یادوں کی پوٹلی سے پرانی تصویر نکال کر اسے نیا رنگ دے دیا گیا۔ مانہ کی بے تابی نے انہیں اسی وقت نعیم کے گھر جانے پر مجبور کیا تھا۔

"مانہ کو مجھ سے زیادہ تم سے ملنے کی جلدی تھی۔"

نعیم نے مانہ کو شازیہ کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے کہا اور گلے لگ کر وہ دونوں سالوں کے آنسو بہانے لگیں۔ بہتے آنسوؤں کے ساتھ چمکتی مسکراہٹ والے چہروں نے صلہ رحمی کی برکت سمجھائی تھی۔

☆☆☆

"پاپا، کہاں چلے گئے تھے آپ، کب سے فون کر رہا تھا۔" ضیا صاحب اندر آئے تو لاؤنج کے صوفے پر آڑا ترچھا لیٹا اسامہ سیدھا ہو کر خفگی سے کہنے لگا۔

"میں نے کہا تو تھا کہ تم سو جاؤ۔" انہوں نے اس کی خفگی کو اہمیت نہیں دی تھی۔

"ایسے کیسے سو جاتا، جب مجھے پتا ہی نہیں کہ آپ لوگ کہاں ہیں اور مما کہاں ہیں، وہ ٹھیک تو ہیں۔" نروٹھے پن سے کہتا وہ ماں کی طبیعت کا سوچ کر بے قرار ہوا۔

"ہاں بھئی، سب ٹھیک ہے۔ تمہاری مما آج اپنے بھائی کے گھر رات گزاریں گی۔ دیکھ لو، ایک دن میں ہمیں بھول گئیں۔"

وہ مسکرا کر کہتے وہیں بیٹھ گئے اور کلائی سے گھڑی اتار کر میز پر رکھی۔

"بھائی کے ہاں مطلب ماموں، آپ لوگ میزاب کے گھر گئے تھے۔" اسامہ خوشی بھری بے یقینی سے ساتھ بیٹھتا پوچھ رہا تھا۔

"جی جناب، میزاب کے ہاتھ کی کافی بھی پی کر آیا ہوں لیکن جو ذائقہ میرے بیٹے کے ہاتھ میں ہے، وہ بہو کے ہاتھ میں کہاں۔ جلدی سے ایک کپ چائے بنا لاؤ۔ یہ کافی میرے مزاج کی چیز نہیں۔"

ضیا نے شرارت سے اسامہ کو چھیڑا تھا۔

"سب ٹھیک ہو گیا نا پاپا، جب صلح ہو ہی گئی تھی تو مجھے بھی وہاں بلا لیتے۔ مجھے کیوں گھر میں پریشان ہونے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔" اسامہ نے ان کی بات پر دھیان دیے بغیر امید بھرے لہجے میں پوچھا اور گلہ کیا۔

"بیٹا جی، چائے کے کپ کے بغیر تو میں بات نہیں کروں گا۔ چائے لے آنا اور جو جاننا ہو جان لینا۔ میں فریش ہونے جا رہا ہوں۔"

ضیا مسکراتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ اسامہ وہیں بیٹھا انہیں جاتے دیکھ رہا تھا۔ کیسی فلمی کہانی تھی اس کے

https://pklibrary.com/

والدین کی اور اب یہ پاپا کا چائے کا ڈرامہ۔ چائے بنانی ہی تھی اب کہ دل میں بہت کھد بد ہو رہی تھی۔

☆☆☆

انہوں نے رات جاگ کر گزاری تھی۔ جانے والوں کو یاد کر کے آنسو بہائے تھے تو اپنی دوستی کے سلسلے کو وہیں سے جوڑا تھا۔ گزری زندگی کی بے شمار باتیں، واہمے، اندیشے بتاتے شازیہ نے اسے اپنے خوف اور اسجد کی خواہش کا بتایا تھا۔

''چھوڑو بھی بیکار ضد۔ تم فوزیہ باجی سے بات کرو۔ بس اب ہم میزاب اور اسجد کی ایک ساتھ منگنی کریں گے۔ جیسے ہی اسامہ کے امتحان ہوں گے، پھر اکٹھے ان سب کی شادی کر دیں گے۔''

بھائی سے ملنے کی خوشی نے رومانہ کو ماضی والا انداز لوٹا دیا تھا۔ اس نے فوراً سارا پروگرام طے کیا تھا۔

''لڑکی والوں سے بھی پوچھ لیتے ہیں محترمہ۔'' شازیہ نے اسے تنگ کیا۔

''لڑکی والی تو میں خود ہوں۔ میزاب کی پھپھو اور یمنیٰ کی خالہ، دیکھنا فوزیہ باجی مجھے کبھی انکار نہیں کریں گی اور تمہیں تو میں کرنے نہیں دوں گی بھابھی جان، نند ہوں تمہاری۔'' مانہ نے مان بھرے لہجے میں دھونس جمائی اور دونوں ہنس دیں۔

☆☆☆

یہ ایک بقعہ نور بنا خوب صورت بینکوئٹ تھا۔ رنگین روشنیاں، قہقہے، آوازیں ہر طرف چہل پہل تھی۔ سالوں بعد یہ رونق رومانہ کے سر میں درد کی ٹیس اٹھانے کے بجائے انہیں پرسکون کر رہی تھی۔ وہ مصروف سی ادھر ادھر آ جا رہی تھیں۔ منگنی کے بجائے نکاح کا خیال نئی نسل کا تھا۔ اسامہ کو ضیا نے ماموں کی پابندیوں سے اس قدر ڈرایا تھا کہ وہ نکاح ہی کرنا چاہتا تھا کہ کہیں ماموں میزاب کو منگنی کے بعد پردے میں ہی نہ بٹھا دیں۔ یمنیٰ، اسجد اور میزاب، اسامہ کے نکاح کے بعد انہیں ساتھ ساتھ لا کر بٹھا دیا گیا تھا۔

''میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس قدر آرام سے میری ہو جاؤ گی۔'' اسامہ نے برابر میں بیٹھی میزاب کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی کی۔

''پلیز سیدھا ہو جائیں۔ سب کے موبائل میں کیمرے ہیں، ڈرون کیمرا پھر رہا ہے، کیوں مذاق بنواتا ہے۔''

میزاب بمشکل بدبدائی تھی۔ اسامہ نے اس قدر غیر رومانوی جواب پر بدمزا ہو کر سیدھا بیٹھتے ہوئے برابر میں نظر ڈالی۔ اسجد اور یمنیٰ کے ساتھ بسمہ، آمنہ، صائم اور فوزیہ خالہ، خالو بیٹھے تصویر بنا رہے تھے۔

یہ ہماری فیملی کہاں ہے، کوئی لفٹ ہی نہیں کروا رہا۔'' وہ پھر میزاب کی طرف متوجہ ہوا۔ میزاب نے سر مزید جھکایا مگر وہ ہو گیا، جس کا اسے خدشہ تھا۔ اسعر پاس آ کر بہت معصومیت سے کہہ رہا تھا۔

''اسامہ بھائی، آپ پریشان نہ ہوں۔ میں نے آپی کو میزاب کی اسپیلنگ پکی یاد کروادی ہے۔''

اسامہ گڑبڑایا۔ پہلی ملاقات کی تفصیل سب کو معلوم ہو گی، اسے اندازہ نہ تھا۔

''اب بس یہ دیکھنا ہے کہ میزاب کیپٹل لیٹرز میں آتا ہے یا اسامہ۔'' فوٹوگرافر نے وہاں کی تصویریں بنا کر اب سب کو ادھر آنے کا کہا تھا۔ اسامہ کے برابر میں آ کر بیٹھتے اسجد نے اسعر کی بات سنی تو شرارت سے ٹکڑا جوڑا۔

''یہ بے ایمانی ہے بھئی۔ میں اکلوتا ہوں تو اب میرے ساتھ کون ہو گا۔'' اسامہ نے احتجاج کیا۔

''میں ہوں نا یار۔'' صائم نے اسے حوصلہ دیا۔ ہنستے مسکراتے بچوں کو نیچے سے دیکھتے ان چاروں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ اسٹیج پر سب انہیں بلا رہے تھے۔

''دل صاف ہو تو رشتے کتنے خوب صورت اور ماحول نکھرا نکھرا لگتا ہے۔'' فہیم نے آنکھیں رگڑتے سوچا تھا اور سب کے ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھ گئے۔ رشتوں پر طاری خزاں کا موسم بدل گیا تھا۔ اب ہر سو بہار تھی، محبتوں کی بہار۔

https://pklibrary.com/